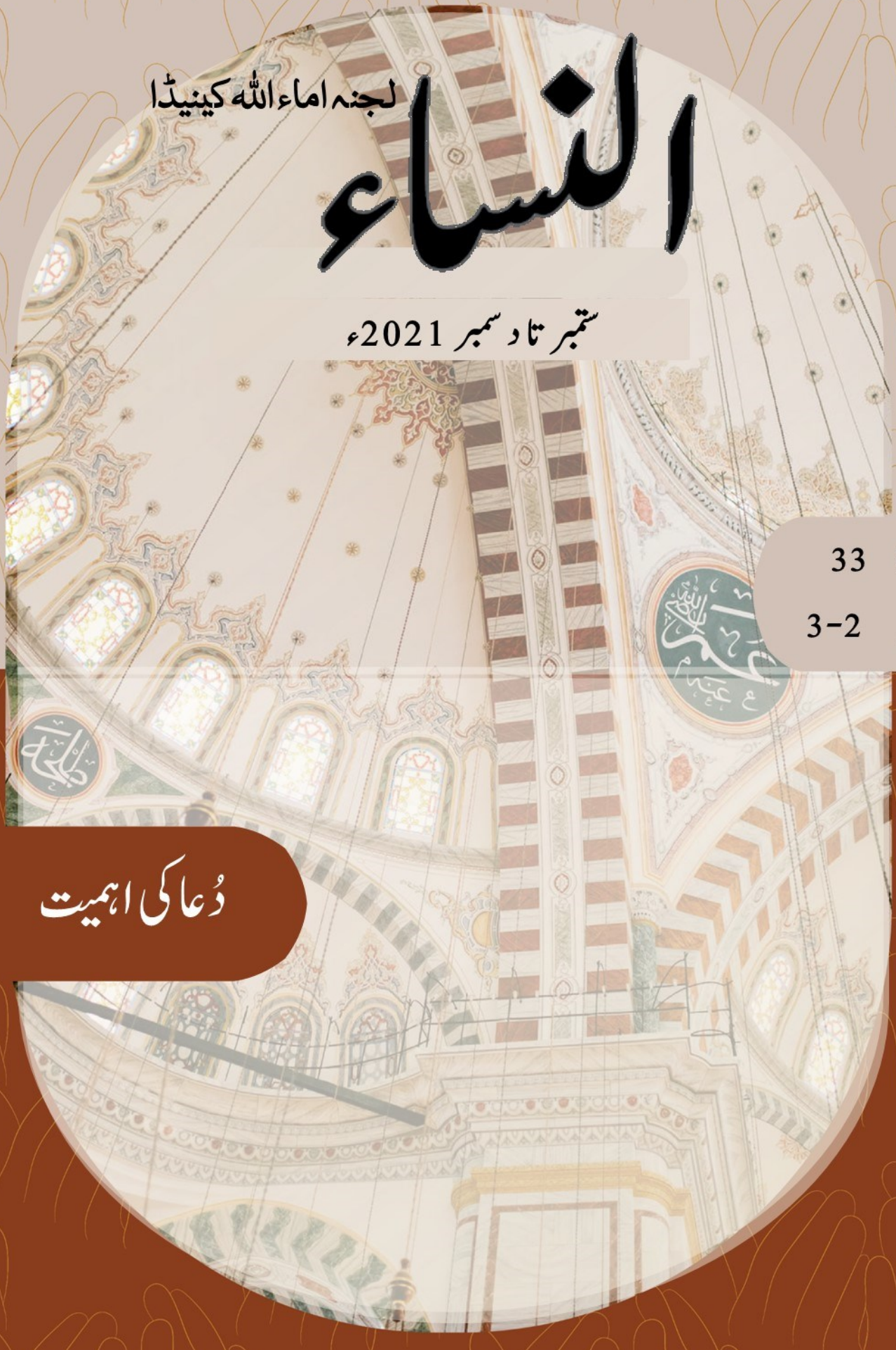

لجنہ اماء اللہ کینیڈا

النساء

ستمبر تا دسمبر 2021ء

جلد # 33
شمارہ نمبر 2-3

دُعا کی اہمیت

اشتہارات برائے النساء

- رسالہ النساء میں اُردو یا انگریزی میں کسی بھی قسم کا اشتہار چھپوانے کے لئے اپنے حلقہ کی صدر صاحبہ یا سیکرٹری اشاعت سے رابطہ کریں۔
- ممبرات اپنے ذاتی کاروبار سے متعلق اعلان یا اشتہار دینے کے لئے درج ذیل طریق اختیار کر سکتی ہیں
  - خود سے ڈیزائن کیے ہوئے اشتہار یا کارڈ کی تصویر النساء کے ای میل پر ارسال کریں۔ یا اپنے کاروبار کی مختصر تفصیل اپنی سیکرٹری اشاعت کو بھجوادیں تاکہ ٹیم النساء آپ کے لیے ایک اشتہار تیار کر دے۔
  - آپ کا دیا ہوا اشتہار ذیل میں دی گئی قیمت کے مطابق سال کے دو(2) رسالوں میں شائع کیا جائے گا۔ درج ذیل قیمت کے مطابق اشتہار کا سائز منتخب کیا جا سکتا ہے۔

النساء میں اشتہار دیئے جانے کے لئے صفحہ کا سائز اور قیمت

1- ایک پورے صفحہ کا اشتہار: -/250$

2- آدھے صفحہ کا اشتہار: -/150$

3- 1/4 صفحہ کا اشتہار: -/100$

اشتہار ارسال کرنے کیلئے ای میل ایڈریس: annisaa@lajna.ca

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

النساء

لجنہ اماء اللہ کینیڈا

مذہبی، علمی و ادبی مجلّہ

جلد# 33۔ مئی تا دسمبر 2021ء۔ شمارہ نمبر 2-3

نگرانِ اعلیٰ

مکرم و محترم ملک لال خان صاحب

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

زیرِ نگرانی

مکرمہ و محترمہ امتہ السلام ملک صاحبہ

صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

نیشنل سیکرٹری اشاعت

کشور چوہدری صاحبہ

مدیرہ اُردو

فرزانہ سنوری صاحبہ

پروف ریڈرز

امتہ الرفیق ظفر صاحبہ، طاہرہ نسیم صاحبہ، عنبرین منظور صاحبہ

اُردو کمپوزنگ اور تزئین و زیبائش

ناصرہ نسیم صاحبہ، سعدیہ عزیز صاحبہ، مسعودہ طارق صاحبہ،
وجیہہ عرفان صاحبہ، عشنہ امل صاحبہ

پبلشر

جیمنگ گرافکس

عنوانات

کلامِ الٰہی، کلامِ رسول ﷺ، کلامِ امام الزماںؑ	1
اداریہ	2
خطبہ جمعہ	3
دُعا ایک الٰہی انعام	11
دُعا	13
دُعا کی اہمیت	15
قبولیت دُعا کی راہیں	16
نظم۔۔۔۔دُعا	18
قبولیت دُعا کا ایک ایمان افروز واقعہ	19
قضاء کو ٹال دیتی ہیں دُعائیں	20
قبولیتِ دُعا کا واقعہ	22
قبولیتِ دُعا کا واقعہ	23
تعلیم کی اہمیت	24
میری محسن والدہ	26
مکرمہ آپا صادقہ طاہرہ کی چند حسین یادیں	33
آسمانی کتابوں سے متعلق معلوماتی صفحہ	35
متفرقات	37
صفحہ ناصرات	38

کلامِ الٰہی

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۶۳﴾ (سورہ النمل: آیت 63)

یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّ مَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانٌ ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴿۲۱﴾ (سورہ الحدید: آیت 21)

جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا ایسا ذریعہ ہے جو اعلیٰ مقصد سے غافل کر دے اور سج دھج اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے۔ (یہ زندگی) اس بارش کی مثال کی طرح ہے جس کی روئیدگی کفار (کے دلوں) کو لبھاتی ہے۔ پس وہ تیزی سے بڑھتی ہے۔ پھر تُو اسے زرد ہوتا ہوا دیکھتا ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں سخت عذاب (مقدر) ہے نیز اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضوان بھی۔ جبکہ دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا ایک عارضی سامان ہے۔

کلامِ رسول ﷺ

عَنۡ سَلۡمَانَ الۡفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ کَرِیۡمٌ یَسۡتَحۡیِیۡ اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَیۡہِ یَدَیۡہِ اَنۡ یَّرُدَّھُمَا صِفۡرًا خَائِبَیۡنِ۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا، بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ یعنی صدقِ دل سے مانگی ہوئی دُعا کو وہ ردّ نہیں کرتا بلکہ قبول فرماتا ہے۔

کلامِ امام الزماں علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

”اس میں شک نہیں کہ جب انسان خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے تو اکثر خدا تعالیٰ اپنے بندے کی دُعا قبول کرتا ہے لیکن بعض دفعہ خدا تعالیٰ اپنی بات منواتا ہے۔ دو دوستوں کی آپس میں دوستی کے قائم رہنے کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ کبھی اِس نے اُس کی بات مان لی اور کبھی اُس نے اس کی بات مان لی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمیشہ ایک ہی دوسرے کی بات مانتا رہے اور وہ اپنی بات کبھی نہ منوائے۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہمیشہ اُس کی دُعا قبول ہوتی رہے اور اسی کی خواہش پوری ہوتی رہے وہ بڑی غلطی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے قرآن شریف میں دو آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ ایک میں فرمایا ہے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المؤمن آیت 61) تم دعا مانگو میں تمہیں جواب دوں گا۔ دوسری آیت میں فرمایا ہے وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ۔۔۔ الخ (البقرۃ آیت 156) یعنی ضرور ہے کہ تم پر قسما قسم کے ابتلاء پڑیں اور امتحان آئیں اور آزمائشیں کی جائیں تا کہ تم انعام حاصل کرنے کے مستحق ٹھہرو۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے لیکن جو لوگ استقامت اختیار کرتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو ضائع نہیں ہونے دیتا“۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 53)

اداریہ

خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور انسان کو حق بندگی ادا کرنے کے جو بھی طریق سکھائے اُن میں سب سے اہم خدا تعالیٰ کی حمد ہے۔

ہر ایک مذہب کے پیروکاروں کو ہی اپنے خالق کی عبادت اور اُس سے ہر معاملہ میں مدد مانگنے کے گُر سکھائے گئے ہیں۔ لیکن اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نہ صرف بے شمار گُر سکھائے ہیں بلکہ زندگی کے ہر لمحہ اور ہر دور کے لئے بے شمار دُعائیں بھی سکھائی ہیں۔

ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو خدا تعالیٰ کا قرب پانے اور اُس سے مدد مانگنے کے بیش بہا قیمتی نسخے بتائے ہیں۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ اُن قیمتی موتیوں کو چُنتا چلا جائے اور اپنی زندگی کو سنوارتا چلا جائے۔

ایک مسلمان کی زندگی میں سب سے اہم اور پیاری دُعا نماز ہے۔ اس کے بعد سونے، جاگنے، کھانے، پینے، گھر سے باہر آنے جانے نیز روزمرہ زندگی کے ہر پہلو میں دُعا کو شامل کرنا سکھا دیا گیا تا کہ ایک مومن کی زندگی کا کوئی بھی حصہ خدا کے فضل سے خالی نہ رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفائے کرام نے بھی ہمیشہ افرادِ جماعت کو دُعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بہت سی نصائح اور کار آمد نسخوں سے نوازا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”دُعا میں لگے رہو، ایک انسان جو دُعا نہیں کرتا اس میں اور چارپائے میں کچھ فرق نہیں“ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 272)

سو ہم میں سے ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ہر ایک معاملہ میں خدا سے مدد مانگیں۔ دعا کا جو ایک بنیادی طریق سکھایا گیا ہے اس پر خود بھی عمل کریں اور اپنی اولاد کو بھی یہی طریق سکھائیں۔ جیسا کہ پہلے سورۃ فاتحہ پڑھیں پھر درود شریف کا وِرد کریں اور آخر میں اپنے الفاظ میں دُعا کریں۔

اسی طرح خلیفہ وقت کو بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں اور حضور کو بھی اپنے لئے باقاعدگی سے دُعا کی غرض سے خط لکھتے رہیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلتے ہوئے صراطِ مستقیم کو پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مدیرہ اُردو

رسالہ النساء کے لئے اپنی تحریرات درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھجوائیں۔ editorannisa@lajna.ca

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ سے کسی معاملے میں مدد اور رہنمائی چاہنی ہو، یا اپنی پریشانیوں کا حل کروانا ہو، یا خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننا ہو تو یہ سب باتیں اُسی وقت ہوتی ہیں جب اپنی تمام تر طاقتوں اور استعدادوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے آگے جھکا جائے، اُس کے حضور دُعائیں کی جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے دُعاؤں کی حقیقت اور آداب کا جو ادراک صحابہ کو حاصل ہوا، یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہم میں سے ہر ایک کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں بھی روشن نشانوں کے ذریعہ قبولیت دُعا کے نشان دکھائے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15 جون 2012ء بمطابق 15 احسان 1391 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”یہ بھی لازم ہے کہ (ایک انسان) جیسے دنیا کی راہ میں کوشش کرتا ہے،“ ویسے ہی خدا کی راہ میں بھی کرے پنجابی میں ایک مثل ہے ’جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا‘۔ فرمایا: ”لوگ کہتے ہیں کہ دعا کرو۔ دعا کرنا مرنا ہوتا ہے۔ اس پنجابی مصرعہ کے یہی معنی ہیں کہ جس پر نہایت درجہ کا اضطراب ہوتا ہے وہ دعا کرتا ہے۔ دعا میں ایک موت ہے اور اس کا بڑا اثر یہی ہوتا ہے کہ انسان ایک طرح سے مر جاتا ہے۔ مثلاً ایک انسان ایک قطرہ پانی کا پی کر اگر دعویٰ کرے کہ میری پیاس بجھ گئی ہے یا یہ کہ اسے بڑی پیاس تھی تو وہ جھوٹا ہے۔ ہاں اگر پیالہ بھر کر پیوے تو اس بات کی تصدیق ہو گی۔ پوری سوزش اور گدازش کے ساتھ جب دعا کی جاتی ہے حتیٰ کہ روح گداز ہو کر آستانہ الٰہی پر گر جاتی ہے اور اسی کا نام دعا ہے اور الٰہی سنّت یہی ہے کہ جب ایسی دعا ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ یا تو اسے قبول کرتا ہے اور یا اسے جواب دیتا ہے۔

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 630۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

یعنی اس دعا کی قبولیت ہو گی یا پھر اللہ تعالیٰ بتا دیتا ہے کہ نہیں، یہ دعا اس رنگ میں قبول نہیں ہو گی۔

پس یہ دعا کی حقیقت ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو صرف سطحی دعا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہوئے، یہ ایمان رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے اور پھر اس ایمان کے ساتھ مکمل طور پر ڈوب کر دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کسی معاملے میں مدد اور رہنمائی چاہنی ہو، یا اپنی پریشانیوں کا حل کروانا ہو، یا خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننا ہو تو یہ سب باتیں اُسی وقت ہوتی ہیں جب اپنی تمام تر طاقتوں اور استعدادوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے آگے جھکا جائے، اُس کے حضور دعائیں کی جائیں۔ آج تک ہمارا یہی تجربہ ہے کہ پھر خدا

تعالیٰ ایسی دعاؤں کو سنتا ہے، یا ایسی رہنمائی فرما دیتا ہے جو اگر دعا مانگنے والے کی خواہش کے مطابق نہ بھی ہو تب بھی تسلی اور تسکین کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔

پھر آدابِ دعا کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آداب سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں''۔ فرمایا ''بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دعا کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں مگر ان کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آدابِ دعا سے ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں''۔ (یعنی دعا کے آداب نہیں آتے اور جب دعا کے آداب نہیں آتے تو دعائیں قبول نہیں ہوتیں، لیکن فرمایا کہ اصل تو یہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ جو دعا کے اصل معنی ہیں اُس طرح دعا کی نہیں جاتی۔) فرمایا ''اس لئے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں۔ ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ دعا کے لئے سب سے اوّل اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ پر یہ سُوء ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہو گا''۔ (اللہ تعالیٰ پر بد ظنی نہیں ہونی چاہئے کہ بہت لمبا عرصہ مَیں نے دعا کر لی اب کچھ نہیں ہو گا)۔ (ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 692-693 مطبوعہ ربوہ)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی حقیقت و آداب کا یہ ادراک ہمیں عطا فرمایا اور سب سے بڑھ کر اپنے اُن صحابہ کو عطا فرمایا جن کی براہِ راست تربیت آپ نے فرمائی۔ بلکہ آپ کی آمد سے جو دنیا میں ایک ہلچل مچی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی جو تحریک چلی، اُس نے بھی بہت سے ایسے لوگوں کو جن کی اللہ تعالیٰ اصلاح کرنا چاہتا تھا، اُن میں بھی دعا کی حقیقت اور آداب کا ادراک پیدا فرما دیا۔ اور یوں اُن لوگوں کا آپؑ پر ایمان اور بھی مضبوط ہو گیا۔ اس وقت مَیں آپ کے زمانے کے اور آپ سے فیض پانے والے چند صحابہ کا ذکر کروں گا جنہوں نے دعا کی حقیقت کو جانا اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُن کی دعاؤں کی قبولیت کے نظارے دکھائے جس سے اُن کے ایمان بھی مضبوط ہوئے اور وہ لوگ دوسروں کی ہدایت کا بھی باعث بنے۔

حضرت میاں محمد نواز خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ''1906ء میں یہاں سیالکوٹ میں طاعون کا از حد زور و شور تھا۔ رسالہ بند ہو گیا۔ ہر طرف مردے ہی مردے نظر آتے تھے۔ مولوی مبارک صاحب صدر میں مولا بخش صاحب کے مکان پر درس دے رہے تھے۔ مَیں لیٹا ہوا تھا۔ مجھے بھی طاعون کی گلٹی نکل آئی۔ میں نے دعا کی کہ یا مولا! میں نے تو تیرے مامور کو مان لیا ہے اور مجھے بھی گلٹی نکل آئی ہے۔ پس اب مَیں تو گیا۔ مگر خدا کی قدرت کہ صبح تک وہ گلٹی غائب ہو گئی اور میرا ایک ساتھی محمد شاہ ہوا کرتا تھا، اُسے میں نے دیکھا کہ مرا پڑا ہے۔ محمد شاہ اور میں دونوں ایک کمرے میں رہتے تھے''۔ (رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 10 صفحہ نمبر 143 روایت حضرت میاں محمد نواز خان صاحبؓ)

پھر حضرت خلیفہ نور الدین صاحبؓ سکنہ جموں فرماتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ جموں سے پیدل براہ گجرات کشمیر گیا۔ راستہ میں گجرات کے قریب ایک جنگل میں نماز پڑھ کر اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ والی دعا نہایت زاری اور انتہائی اضطراب سے پڑھی۔ اللہ تعالیٰ میرے حالات ٹھیک کر دے۔ کہتے ہیں اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری روزی کا سامان کچھ ایسا کر دیا کہ مجھے کبھی تنگی نہیں ہوئی اور باوجود کوئی خاص کاروبار نہ کرنے کے غیب سے ہزاروں روپے میرے پاس آئے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 12 صفحہ نمبر 68 روایت حضرت خلیفہ نور الدین صاحبؓ)

حضرت امیر خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ 1915ء کو میرے بچے

عبداللہ خان کو جبکہ میں بمع عیال قادیان میں تھا طاعون نکلی اور دو دن کے بخار نے اس شدت سے زور پکڑا کہ جب میں دفتر سے چار بجے شام کے قریب گھر میں آیا تو اُس کی نہایت خطرناک اور نازک حالت تھی۔ اُس وقت میرے یہی ایک بچہ تھا۔ والدہ یعنی بچے کی ماں جو کئی دنوں سے اُس کی تکلیف کو دیکھ دیکھ کر جاں بہ لب ہو رہی تھی، مجھے دیکھتے ہی زار زار رو دی اور بچے کو میرے پاس دے دیا۔ سخت گرمی کا موسم اور مکان کی تنگی اور تنہائی اور بھی گھبراہٹ کو دوبالا بنا رہی تھی۔ (مکان بھی تنگ، گرمی کا بھی موسم، اکیلے اور اس پر یہ کہ بچہ بھی بہت زیادہ بیمار، تو گھبراہٹ اور بھی زیادہ بڑھ رہی تھی) کہتے ہیں مَیں نے بچے کو اُٹھا کر اپنے کندھے سے لگا لیا۔ بچے کی نازک حالت اور اپنی بے کسی، بے بسی کے تصور سے بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس اضطراری حالت میں بار بار اُن دعائیہ الفاظ کا اعادہ کیا کہ اے خدا! اے میرے پیارے خدا! اس نازک وقت میں تیرے سوا اور کوئی غمگسار اور حکیم نہیں، صرف ایک تیری ہی ذات ہے جو شفا بخش ہے۔ غرضیکہ میں اس خیال میں ایسا مستغرق ہوا کہ یکایک دل میں خیال ڈالا گیا کہ تو قرآنِ کریم کی دعا قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ پڑھ کر بچے کے سر پر سے اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے نیچے کی طرف لا اور بار بار ایسا کر۔ چنانچہ مَیں نے بچشم تر (روتے ہوئے) اسی طرح عمل شروع کیا۔ یہاں تک کہ چند منٹوں میں بچے کا بخار اُتر گیا۔ صرف گلٹی باقی رہ گئی جو دوسرے دن آپریشن کرانے سے پھوٹ گئی اور چار پانچ روز میں بچے کو بالکل شفا ہو گئی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 6 صفحہ نمبر 150-151 روایت حضرت چوہدری امیر خان صاحبؓ)

حضرت چوہدری امیر محمد خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ جب مجھے شفا خانہ ہوشیار پور میں علاج کراتے ایک عرصہ گزر گیا اور باوجود تین دفعہ پاؤں کے آپریشن کرنے کے پھر بھی پاؤں اچھا نہ ہوا تو ایک دن مس صاحبہ نے (یعنی انگریز نرس تھی) جو بہت رحمدل تھی اور خلیق تھی، مجھے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو پاؤں کو ٹخنے سے کاٹ دیا جائے کیونکہ اب یہ ٹھیک نہیں ہو رہا۔ کیونکہ گینگرین کی طرح کی صورت پیدا ہو رہی ہے تا کہ مرض ٹخنے سے اوپر سرایت نہ کر جائے۔ میں نے گھر والوں سے مشورہ کر کے اجازت دے دی۔ اُس پر مس صاحبہ بیوی کو دوسرے کمرے میں لے گئی جس کمرے میں پاؤں کاٹنا تھا۔ (یہ آپریشن بیوی کا ہونا تھا) مَیں نے ساتھ جانے کے لئے مِس صاحبہ سے اجازت چاہی مگر اُس نے کہا کہ آپ یہیں رہیں۔ لہٰذا میں وہیں وضو کر کے نفلوں کی نیت کر کے دعا میں مصروف ہو گیا۔ (بیوی کا آپریشن کرنے کے لئے وہ لے گئی) مَیں وہیں نفلوں میں دعا میں مصروف ہو گیا اور دل اس خیال کی طرف چلا گیا کہ اے خدا! تیری ذات قادر ہے تُو جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ پس تو اس وقت پاؤں کو کاٹنے سے بچا لے۔ کیونکہ اگر پاؤں کٹ گیا تو عمر بھر کا عیب لگ جائے گا۔ تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اور اسی خیال میں سجدہ کے اندر سر رکھ کر دعا میں انتہائی سوز و گداز کے ساتھ مستغرق ہوا کہ عالمِ محویت میں ہی ندا آئی، یہ آواز آئی کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اور جب اس آواز کے ساتھ ہی مَیں نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مس صاحبہ (وہ نرس جو تھی) میری طرف دوڑی آ رہی ہے اور آتے ہی یہ کہا کہ سول سرجن صاحب فرماتے ہیں کہ اس دفعہ مَیں خود زخم کو صاف کرتا ہوں اور پاؤں نہیں کاٹتا، اس لئے کہ پاؤں کو ہر دفعہ کاٹا جا سکتا ہے (یعنی کہ پاؤں کو تو پھر بھی کاٹا جا سکتا ہے) مگر کاٹا ہوا پاؤں ملنا محال ہے۔ میں خدا کی اس قدرت نمائی اور ذرہ نوازی کے سو جان سے قربان جاؤں جس نے کرمِ خاکی پر ایسے نازک وقت میں لَا تَقْنَطُوْا کی بشارت سے معجز نمائی فرمائی۔ اور وہ پاؤں کٹنے سے بچ گیا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 6 صفحہ نمبر 121-122 روایت حضرت چوہدری امیر خان صاحبؓ)

حضرت امیر خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ 1925ء میں جبکہ

بوجہ زیادتی اخراجات کے انجمن میں تخفیف ہوئی اور مَیں بھی تخفیف میں آگیا اور اخراجات خانگی نے مجھے از حد پریشان کیا تو میں نے اس تنگی میں سوائے خدا کے آستانے کے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔ لہٰذا مَیں اُس کی جناب میں جھک گیا۔ یہاں تک کہ رمضان المبارک آگیا اور اس میں مزید دعاؤں کی توفیق ملی اور پھر جب اعتکاف میں اور بھی سوز و گداز کے ساتھ دعاؤں کا موقع میسر آیا تب پنجابی میں اُن کو الہام ہوا کہ ’’دَم وَٹ زمانہ کٹ، بھلے دن آون گے‘‘۔ لیکن جب اس بشارت پر بھی عرصہ گزر گیا اور تنگی نے بہت ستایا تو فارسی میں بشارت ہوئی۔ ’’غم مخور زانکہ در ایں تشویش خورمی وصل یار می بینم‘‘۔ چنانچہ اس بشارت کے چند دن بعد خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکا عطا کیا جس کا نام محمود احمد ہے۔ اور اس کے بعد مَیں اگست 1926ء کو محکمہ اشتمال اراضیات میں بمشاہرہ (تنخواہ) نوّے روپے ماہوار سب انسپکٹر ہو گیا۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تیس روپیہ ماہوار کی بجائے نوّے روپیہ ماہوار عطا فرما دیئے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 6 صفحہ نمبر 152-151 روایت حضرت چوہدری امیر خان صاحبؓ)

حضرت بابو عبدالرحمن صاحبؓ، حضرت چوہدری رستم علی صاحبؓ کے ساتھ اپنے ایک سفر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مَیں اور چوہدری صاحب اور دو تین اور احمدی ایک تانگے میں بیٹھ کے قادیان پہنچ گئے۔ یہ سڑک اوّل دفعہ دیکھی تھی۔ اتنے دھکے لگتے تھے کہ بس الامان۔ بدن چُور ہو جاتا تھا۔ سارے رستے میں گڑھے پڑے ہوئے تھے۔ سڑک کیا مثل ایک کچی گوہر کے تھی۔ پھر اس کے بعد تو جب تک ریل تیار ہوئی اسی راستے سے کبھی تانگے میں اور کبھی پاپیادہ قادیان آتے رہے۔ ہاں تو قادیان پہنچ کر مہمان خانے میں ہم ٹھہرے۔ بعدہٗ میں اور چوہدری صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب مسجد مبارک کی چھت پر جو موجودہ مسجد مبارک کی شمال کی طرف مختصر سی جگہ بشکل مسجد تھی، تشریف فرما تھے اور تقریباً دس بارہ دوسرے احباب حاضر تھے جن میں مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی تھے۔ بعد مصافحہ چوہدری صاحب نے میرا تعارف کرایا۔ مَیں نے حقیر سی رقم جو ایک رومال میں بند تھی حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ حضور نے رومال لے کر رکھ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری درخواست پر حضور نے بیعت لی اور بعد بیعت ہونے کے سب حاضرین نے دعا کی۔ پھر حضرت صاحب سے رخصت ہو کر ہم کچے رستے سے بٹالہ پہنچے۔ پھر بٹالہ سے بذریعہ ریل اپنے گھر پر بٹالہ شہر میں پہنچ گئے۔ چونکہ تعمیر مکان کے دوران میں ہم اس کام کو بیچ میں چھوڑ کر قادیان چلے گئے تھے، (یعنی اُن دنوں میں وہ اپنا مکان بنا رہے تھے) اس لئے واپس آکر پھر یہ تعمیر مکان کا کام شروع کیا۔ جب نیچے کی منزل تیار ہو چکی اور اوپر کی منزل تعمیر ہونا شروع ہوئی تو میں دفعۃً بیمار ہو گیا۔ بخار کی حرارت 104 درجہ تک پہنچ جاتی۔ اس طرح کئی روز گزر گئے۔ چوہدری رستم علی صاحب روزمرہ دریافت حال کے لئے تشریف لاتے اور تسلی دیتے اور فرماتے کہ میں حضرت صاحب کو روز مرہ دعا کے لئے لکھتا رہتا ہوں۔ ایک روز دن کا وقت تھا مجھے خواب میں معلوم ہوا کہ میری ہمشیرہ مرحومہ کہہ رہی ہیں کہ دعا قبول ہو گئی۔ آنکھ کھلنے پر میں نے اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور لڑکوں سے کہا کہ ہمشیرہ ابھی یہاں پر کھڑی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ ’’دعا قبول ہو گئی‘‘۔ لیکن ہوا کیا؟ اُس کے بعد بخار کی حرارت زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی اور میں کئی روز تک بیہوش رہا۔ سب گھر والوں کو مایوسی ہو گئی۔ بالخصوص چوہدری رستم علی صاحب مرحوم کو بہت تشویش ہوئی کہ خدانخواستہ اگر اس وقت وفات کا واقعہ ہو گیا تو سب کہیں گے کہ یہ بیعت کرنے کا نتیجہ ہے اور بہت خراب اثر گھر والوں پڑے گا اور دوستوں پر بھی جنہوں نے اس کے ساتھ بیعت کی ہے۔ چوہدری صاحب مرحوم دعا میں لگے رہے اور صحت کے لئے روزمرہ حضرت صاحب کی خدمت میں لکھتے رہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے آرام ہونا شروع ہو گیا اور ایک مہینے کے اندر بالکل آرام ہو گیا۔ ہم نے عید کی نماز دکانوں میں پڑھی۔ الحمدللہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے خواب میں دکھلایا تھا دعا قبول ہو گئی۔ وہ بات پوری ہو گئی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 12 صفحہ نمبر 249 تا 251 روایت حضرت بابو عبد الرحمن صاحبؓ)

حضرت حافظ مبارک احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ مولوی صاحب، (مولوی خان ملک صاحب) کی خاص عزت کیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ مولوی خان ملک صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولوی صاحب مجھ سے طالب علمی کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ آپ دعا کریں کہ میں بہت بڑا آدمی بن جاؤں۔ (بڑا آدمی ہونے سے مراد دین میں ترقی کرنا تھا)۔ فرماتے تھے کہ حضرت خلیفہ اول کی یہ باتیں سن کے میں اُن کے لئے بہت دعا کیا کرتا تھا۔ تو میں نے حضرت مولوی صاحب کے لئے دعا کی اور قبولیت کے آثار دیکھ کر اُن کو بتا بھی دیا کہ آپ بڑے دینی عالم بن جائیں گے۔ (اور یہی مراد تھی اُن کی دعا کرنے سے کہ دین کا بڑا رُتبہ مجھے حاصل ہو جائے)۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ نمبر 169 روایت حضرت حافظ مبارک احمد صاحبؓ)

حضرت عبد الستار صاحبؓ ولد عبد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کی پیشگوئی عَفَتِ الدِّیَارُ مَحِلُّھَا وَ مَقَامُھَا (یعنی عارضی رہائش کے مکانات بھی مٹ جائیں گے اور مستقل رہائش کے بھی۔ یہ الہام تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا)۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد زلزلہ سے تین دن پہلے مجھے خواب آئی کہ حضور ہمارے گھر ہماری چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُس پر میں نے عرض کیا کہ ہمارے گاؤں والے مجھے سخت تکلیف دے رہے ہیں، آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ اس پر حضور نے پنجابی میں ہی فرمایا۔ ”میں تے ایہو ای کم کرناں ہونا“۔ (یعنی مَیں تو یہی کام کرتا ہوں۔ یہ خواب میں ان کو بتایا گیا۔) اس پر دوبارہ مَیں نے عرض کی۔ میرے واسطے علیحدہ دعا کی جائے تو حضور نے (خواب میں) میرے بائیں بازو کو پکڑ کر ایک ہاتھ سے ہی دعا کرنی شروع کر دی۔ مَیں نے دونوں ہاتھ سے دعا کرنی شروع کر دی۔ دعا کر ہی رہے تھے کہ بہت سخت زلزلہ آ گیا۔ مَیں گرنے کو ہوا ہی تھا کہ حضور کو مَیں نے زور سے پکڑ لیا، بغل گیر ہو گیا اور کہتے ہیں جبھی پڑے پڑے ہی مجھے جاگ آ گئی۔ صبح سویرے میں قادیان آیا تو حضور نے بڑے باغ میں خیمہ لگایا ہوا تھا۔ جب مَیں خیمہ کی طرف گیا تو حضور باہر ٹہل رہے تھے۔ مَیں نے سلام و آداب کیا اور مصافحہ کیا۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور میں ایک خواب سنانا چاہتا ہوں۔ اس پر حضور نے اجازت دی اور یہی خواب میں نے حضور کو سنائی کہ حضور نے یہ لفظ ”تم بچائے جاؤ گے“ قریباً تین دفعہ دہرائے۔ کہتے ہیں۔ اُس کے بعد کیا ہوا کہ طاعون آ گیا۔ میری بیوی اور لڑکی دونوں کو طاعون ہو گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہاں دس دس بارہ بارہ آدمی روز مرتے ہیں، اگر تم مر گئے تو تمہاری قبر کون کھودے گا؟ (کیونکہ احمدیوں کے قریب کوئی نہیں آئے گا۔) تمہاری میت کو کون اُٹھائے گا اور غسل دے گا؟ اس پر مَیں نے جواب دیا کہ ہم کو خدا کو سونپو۔ میری بیوی قریب المرگ ہو گئی۔ مَیں نے خدا کے حضور وضو کر کے یہی دعا کی کہ اے مولیٰ! ہماری قبر بھی کوئی کھودنے والا نہیں ہے اور اُٹھانے والا اور غسل دینے والا بھی کوئی نہیں۔ اُس وقت میرے پاس سنگترے تھے تو وہ مَیں چھیل کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا رہا۔ جب اُس نے کھا لئے تو میری بیوی کو دست آئے اور ساتھ ہی بخار بھی ٹوٹ گیا۔ میری لڑکی کے پھوڑے پر آک کا دودھ (آک ایک پودہ ہوتا ہے اُس کا دودھ) لگایا تو اُس کو بھی آرام آ گیا۔ اور پھر خدا کے آگے مَیں دعا کرنے لگا اور پنجابی میں ہی دعا کی کہ میں اَلْحَمْد پڑھتا تھا تو یہ لفظ خود بخود میری زبان سے رواں تھے کہ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ۔ کَیْفَ کَانَ حَافِظٌ عَلَیْہِ۔ اس پر میری بیوی اور لڑکی بچ گئی۔ اُس وقت مجھے حضور کی بات یاد آئی کہ ”تم بچائے جاؤ گے“۔ (تین دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ تم بچائے جاؤ گے۔ تم بچائے جاؤ گے۔ اور اللہ کے فضل سے وہ بچائے گئے)۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 6 صفحہ نمبر 183-184 روایت حضرت عبد الستار صاحبؓ)

حضرت میر مہدی حسین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز کا ذکر ہے

کہ مَیں صبح کی نماز پڑھ کر مسجد مبارک سے پیر سراج الحق صاحب کے ساتھ اُن کے مکان کے زینے پر کھڑا ہو گیا۔ پیر صاحب کوئی لمبا قصہ کسی کا ذکر کر رہے تھے۔ مجھے ایک غیبی تار کے ذریعے معلوم ہوا کہ میری جان خطرے میں ہے (یعنی ایک احساس ہوا)۔ میں ان ایام میں حضرت صاحب کے دروازے پر دربان تھا۔ مَیں وہاں سے بھاگا۔ میرے سے پیش پیش محمد اکبر خان سنوری کچھ سودا بازار سے لے کر ڈیوڑھی میں داخل ہوئے۔ آگے سے حضرت اقدس اوپر سے نیچے تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ میاں مہدی حسین ہے؟ اکبر خان نے کہا کہ نہیں، دکانوں پر کھڑا ہو گا۔ مَیں نے معاً آواز دی کہ حضور مَیں حاضر ہوں۔ اکبر خان صاحب نے کہا کہ اب کہیں سے آگیا ہو گا۔ اس پر حضور نے مجھے حکم دیا کہ یہ قرآن شریف لے جاؤ اور فلاں مضمون کی آیت دریافت کر کے اُس پر نشان کر کے لے آؤ۔ کہتے ہیں اس وقت مَیں ایسی حالت میں غرق ہوا کہ مَیں چاہتا تھا کہ مَیں خود ہی وہ آیت نکال کر پیش کر دوں، جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش تھی۔ لیکن یہ ممکن معلوم نہ ہوتا تھا۔ مَیں نے جنابِ الٰہی میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فوری دعا کس طرح قبول کی۔ کہتے ہیں وہیں میں نے کھڑے کھڑے جنابِ الٰہی میں دعا کی کہ وہ آیت مجھے ہی بتلا دی جائے۔ یہ دعا کر کے میں نے قرآن شریف کھولا تو میری پہلی نظر ہی اُس آیت پر پڑی جو حضرت اقدس کو مطلوب تھی۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور! آیت یہ موجود ہے۔ فرمایا ہاں حکیم فضل دین صاحب سے پوچھ کر آؤ۔ یعنی حکیم فضل دین صاحب کے پاس بھیجا تھا کہ اُن سے نکلوا لاؤ۔ تو مَیں نے عرض کی حضور! آیت یہ موجود ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہاں حکیم فضل دین صاحب سے پوچھ کے آؤ۔ مَیں نے پھر عرض کیا کہ حضور! آیت تو یہ موجود ہے حکیم فضل دین صاحب سے کیا پوچھنا ہے۔ حضور نے پھر میرے ہاتھ سے قرآن شریف لے کر اس آیت کو دیکھا اور فرمایا کہ ہاں یہی ہے۔ پھر آپ اوپر تشریف لے گئے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ نمبر 274-275 روایت حضرت میر مہدی حسین صاحبؓ)

حضرت حافظ غلام رسول صاحبؓ وزیر آبادی بیان کرتے ہیں کہ مجھے مسلسل اور منظم طور پر یاد نہیں، متفرق طور پر یہ بات یاد آئی ہے کہ گزشتہ مذکور مباحثے کے بعد ایک اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے نکلا، یہ جلسہ مہوتسو کے متعلق تھا، اُس میں اسلامی اصول کی فلاسفی کے بارے میں حضرت صاحب کا یہ الہام درج تھا کہ ’’میرا مضمون بالا رہا‘‘۔ کہتے ہیں اس وقت کسی وجہ سے مَیں کچھ بیمار تھا۔ اور بیماری بھی ایسی تھی کہ بہت زیادہ کمزوری تھی۔ دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا بھاری تھا کہ ’’میرا مضمون سب پر بالا رہے گا‘‘۔ بجز تائید الٰہی یہ بات کون کہہ سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ مَیں ایک اپنے اہلحدیث مولوی کو جو لاہور میں تھا، افتاں و خیزاں (بڑی مشکل سے گرتے پڑتے) اُس کو ساتھ لے کر جلسہ گاہ میں پہنچا۔ مولوی ثناء اللہ اور مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ کے لیکچر بھی سنے مگر سب پھیکے اور بے اثر۔ لیکن جب حضرت مرزا صاحب کا مضمون شروع ہوا تو تِل رکھنے کی جگہ نہ تھی اور سامعین پر ایسا سکوت تھا کہ ذرا بھنک نہیں آتی تھی۔ یہاں تک کہ بعض اور لوگوں نے بھی اپنے اوقات حضرت مرزا صاحب کا مضمون سننے کے لئے وقف کر دیئے۔ اور دو دن ایامِ مقررہ سے زائد کئے گئے۔ جب یہ مضمون آخر میں پہنچا تو میں نے اُسی وقت اسی جگہ ہاتھ اُٹھا کر جنابِ الٰہی میں دعا کی (یہ دیکھیں اللہ تعالیٰ پھر سعید فطرت لوگوں کی رہنمائی کس طرح فرماتا ہے) کہ یا اللہ! اگر یہ تیرا وہی بندہ ہے جس کی نسبت تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے تو اُس کی برکت سے مجھے اس بیماری سے شفا بخش دے۔ الغرض جلسہ ختم ہونے کے بعد جب مَیں جلسہ گاہ کے بڑے

دروازے سے باہر نکلا تو اللہ کی قسم! مجھے ایسا معلوم ہوا کہ مجھے کوئی بیماری نہ تھی۔ اُس دن سے آج تک پھر اس بیماری نے عَود نہیں کیا۔ (دوبارہ نہیں آئی)۔ اور چنانچہ یہ احمدی بھی ہوئے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ نمبر 247-248 روایت حضرت میر مہدی حسین صاحبؓ)

حضرت اللہ بخش صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ کرم دین کے مقدمے میں پہلے چندُولال آریہ منصف تھا۔ کہتے ہیں میرا ایک آریہ دوست تھا، گردھاری لال، اکاؤنٹنٹ تھا، اُس نے آکر مجھے یہ خبر دی کہ ہماری کمیٹی میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب کو سخت سزا دی جائے۔ میں نے خبر سن کر حضرت صاحب کی خدمت میں بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ دعا کرو۔ (کہتے ہیں) خیر مَیں واپس آگیا۔ جب امرتسر گیا تو صبح کی نماز کا وقت تھا۔ مَیں مسجد گیا اور مسجد کی ڈاٹ میں بیٹھا ہوا تھا اور غالباً درود شریف پڑھ رہا تھا کہ میرے دائیں کان میں جو قریباً بند ہے، (ان کا دایاں کان بند تھا اور کہتے ہیں) اُس وقت بھی بند تھا زور سے آواز آئی کہ چندولال فیصلہ سنانے سے پہلے مر جائے گا۔ پھر مَیں حضرت صاحب کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ حضرت! یہ آواز مجھے اس کان میں بہت زور سے پڑی ہے کہ چندولال فیصلہ سنانے سے پہلے مارا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مبشر خواب ہے اور دعا کرو...۔ اس کے بعد مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک مسلمان مجسٹریٹ ہے جس نے آتمارام کو سفید گلاس میں پانی پلایا ہے۔ جو شکل مجھے آتمارام کی خواب میں دکھائی گئی اُس میں وہ ٹانگ سے کچھ معذور تھا۔ اس کے بعد مقدمے کی تاریخ جب آئی تو میں گورداسپور میں تھا۔ کوئی شخص رخصت پر جا رہا تھا یا تبدیل ہو کر جا رہا تھا، اُس کو گاڑی پر سوار کرنے کے لئے چند اور لوگوں کے ساتھ آتما رام بھی آیا ہوا تھا۔ مَیں نے اس خواب والے حلیہ کے مطابق اُس کو دیکھا اور پھر مَیں وہاں گیا جہاں حضرت صاحب تشریف رکھتے تھے۔ دری بچھی ہوئی تھی اور احباب بیٹھے تھے۔ مَیں بھی بیٹھ گیا۔ اس وقت پھر آتمارام سٹیشن سے واپس عدالت میں آیا تو جہاں ہم بیٹھے تھے، عدالت کے کمرے کا وہی راستہ تھا۔ مَیں نے کسی دوست سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے۔ اُس نے کہا کہ اس کے پاس حضرت صاحب کا مقدمہ ہے۔ مَیں نے کہا مجھ کو اس کی شکل پہلے ہی دکھائی گئی ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ نمبر 145 تا 147 روایت حضرت اللہ بخش صاحبؓ)

اور چندو لال کے بارے میں یہ بھی بتا دوں کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے اطلاع پائی تھی۔ ایک دفعہ جب کسی نے کہا کہ چندولال مجسٹریٹ کا ارادہ ہے کہ آپ کو قید کر دے تو آپ دری پر لیٹے تھے، اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ میں چندو لال کو عدالت کی کرسی پر نہیں دیکھتا۔ چنانچہ آخر اس عہدہ سے اُس کی تنزلی ہو گئی (نیچے چلا گیا) اور ملتان میں اُس کی تبدیلی ہو گئی۔ پھر پنشن پا کے لدھیانہ آگیا اور آخر انجام بھی اُس کا بڑا بھیانک ہوا کہ پھر پاگل ہو کر وہ مرا۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 286 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب ایسے موقع آتے تھے خود بھی دعا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی بھی ہوتی تھی، لیکن پھر بھی اپنے صحابہ کو یہ کہا کرتے تھے کہ دعا کرو اور پھر اگر کوئی خواب وغیرہ آئے تو وہ سن کے اُس پر اپنا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مرزا غلام نبی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں نے بیعت کی تو حضرت صاحب کے الہامات پڑھنے کا مجھے بہت شوق تھا۔ اُن دنوں اخبار زمیندار اور کئی اخباروں میں حضرت اقدس کے الہامات کے خلاف تحریریں نکلا کرتی تھیں اور مَیں بھی اکثر اُن کو پڑھا کرتا تھا۔ اُن کے پڑھنے کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ الہامات کی کیفیت کے بارے میں مجھے پریشانی پیدا ہوئی۔ کیونکہ جب الہامات کا ذکر ہوتا تھا یا مخالفین کے جو اخبارات تھے یہ اپنے اخباروں میں الہامات کا ذکر کرتے تھے اور پھر اس پر اوٹ پٹانگ تبصرے ہوتے تھے۔ تو کہتے ہیں اس سے مجھے پریشانی

پیدا ہوتی تھی۔ کہتے ہیں ایک دن مَیں نے خدا کے حضور دعا کی کہ اے خدا! مَیں اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا، مجھے اپنے فضل سے سمجھا۔ اس کے بعد اچانک دوپہر کے وقت مجھ پر ایک نئی حالت غنودگی کی طاری ہوئی اور اس حالت میں آسمان سے ایک نیلگوں رنگ کا گھوڑا اترتا ہوا معلوم ہوا۔ جوں جوں وہ زمین کے نزدیک آتا تھا اُس کا رنگ شوخ ہوتا جاتا تھا۔ اُس کی گردن سے بجلی کی طرح ایک شعلہ نکلتا تھا۔ میرے دل پر یہ القاء ہوا کہ یہ تمہارے مرشد کا نشان ہے۔ عنقریب یہ روشنی زمین تک پہنچے گی اور دشمنوں کا رنگ زرد کر دے گی۔ اس کے چند ماہ بعد حضرت صاحب کا روشن ستارے والا نشان جو حقیقۃ الوحی میں درج ہے، وہ نمودار ہوا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ نمبر 225 روایت حضرت مرزا غلام بنی صاحبؓ)

اس نشان کے بارے میں تھوڑا سا مختصر ذکر مَیں بتا دوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''اس کے بعد جس رنگ میں یہ پیشگوئی ظہور میں آئی'' (یہ روشن ستارے والی) ''وہ یہ ہے کہ ٹھیک 31 مارچ 1907ء کو جس پر 7 مارچ سے 25 دن ختم ہوتے ہیں ایک بڑا شعلہ آگ کا جس سے دل کانپ اٹھے، آسمان پر ظاہر ہوا اور ایک ہولناک چمک کے ساتھ قریباً سات سو میل کے فاصلہ تک جو اب تک معلوم ہو چکا ہے (جب یہ لکھا گیا تھا) یا اس سے بھی زیادہ جا بجا زمین پر گرتا دیکھا گیا اور ایسے ہولناک طور پر گرا کہ ہزارہا مخلوقِ خدا اس کے نظارہ سے حیران ہو گئی اور بعض بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور جب ان کے منہ میں پانی ڈالا گیا تب ان کو ہوش آئی۔ اکثر لوگوں کا یہی بیان ہے کہ وہ آگ کا ایک آتشی گولہ تھا جو نہایت مہیب اور غیر معمولی صورت میں نمودار ہوا اور ایسا دکھائی دیتا تھا کہ وہ زمین پر گرا اور پھر دھواں ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔ بعض کا یہ بھی بیان ہے کہ دُم کی طرح اس کے ایک حصہ میں دُھواں تھا۔ اور اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ وہ ایک ہولناک آگ تھی جو شمال کی طرف سے آئی اور جنوب کو گئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جنوب کی طرف سے آئی اور شمال کو گئی۔ اور قریباً ساڑھے پانچ بجے شام کے اس وقوعہ کا وقت تھا۔'' (یعنی یہ وقوعہ ہوا)۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 518)

تو اس طرح اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کو دعا کے بعد نشانات کی طرف اشارہ کرتا تھا اور پھر وہ نشانات ظاہر بھی ہوئے اور اس طرح یہ اُن کے ایمان میں ترقی کا باعث بنتے تھے۔ پس دعاؤں کی قبولیت اور روشن نشانوں سے اللہ تعالیٰ نے اُن صحابہ کے ایمانوں کو مزید مضبوط اور صیقل کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دعاؤں کی حقیقت اور آداب کا جو ادراک صحابہ کو حاصل ہوا، یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہم میں سے ہر ایک کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں بھی روشن نشانوں کے ذریعہ قبولیت دعا کے نشان دکھائے۔ ہم میں سے ہر ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان میں مضبوط ہو اور اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنے والا ہو۔

پس آجکل بھی ہر احمدی کو یہ دعا کرنی چاہئے۔ یہ الہام جو میں نے بتایا کہ نہ کوئی عارضی رہائش باقی رہے گی نہ مستقل۔ دنیا کے جو حالات ہو رہے ہیں اور جس طرح جنگِ عظیم کا خطرہ ہے، اس بارے میں بھی دعا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس سے محفوظ رکھے بلکہ انسانیت کو اس سے محفوظ رکھے۔ اور یہ بلائیں جو آنے والی ہیں وہ ٹل جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مَیں چند ہفتوں کے لئے پھر سفر پر جا رہا ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ امریکہ اور کینیڈا کے جلسے ہر لحاظ سے بابرکت ہوں۔ دنیا کے بعض ممالک میں پاکستان کے علاوہ بھی احمدیوں پر زندگی تنگ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شر پیدا کرنے والوں کو جن میں حکومتیں بھی شامل ہیں اپنی قدرت کا نشان دکھاتے ہوئے ان کے شر دور فرمائے اور احمدیت کی سچائی ظاہر فرمائے اور احمدیوں کو ہر جگہ ہر قسم کے شرور سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

دُعا ایک الٰہی انعام

ناصرہ حفیظ_____سرے ساؤتھ، وینکوور

ہمارے پیارے خدا نے ہمیں مانگنے کے گُر خود سکھائے اور یہ کہا کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا اور پھر ہمیں دعاؤں کے وہ الفاظ بھی سکھائے جن میں اپنے خالق و مالک کے سامنے دستِ سوال دراز کیا کریں۔ یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہ وہ اپنے بندوں کو نوازنا چاہتا ہے بلکہ یہ تو محض عطا کرنے کے بہانے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝ ﴿سورہ الفرقان آیت 78﴾

تُو کہہ دے کہ اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا ربّ تمہاری کوئی پرواہ نہ کرتا۔ پس تم اُسے جھٹلا چکے ہو سو ضرور اس کا وبال تم سے چمٹ جانے والا ہے۔

ہمارے پیارے آقا فخر الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ حسنہ ہمارے لیئے باعثِ تقلید ہے۔ آپ ساری ساری رات اپنے خدا کے حضور رو رو کر دُعائیں کرتے اور یہی وہ اندھیری راتوں کی پُر سوز دُعائیں تھیں جنہوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کو روشناس کروایا اور صدیوں کے مردوں کو زندہ کر دیا۔ آپؐ نے کثرت سے دُعائیں کرنے کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ جب تک ہم خدا کی محبت میں گم ہو کر اس سے کچھ مانگتے نہیں وہ اپنے انعامات کی بارش ہم پر کیونکر برسا سکتا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا بڑا کریم اور سخی ہے جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔"

(ترمذی کتاب الدعوات)

ہمارے پیارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود و مہدی معہود کو آخری زمانے کا نجات دہندہ قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

"اس زمانے کی زبردست مادی طاقتوں کے مقابلے کی کسی کو طاقت نہ ہو گی۔ تب مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ وحی کرے گا کہ میرے بندوں کو کوہِ طور کی پناہ میں لے جا۔" (مسلم کتاب الفتن)

یعنی جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے دامنِ طور میں دعاؤں کے نشان دیکھے آج پھر ویسی دعاؤں کی برکت سے مسیح موعود اور ان کی جماعت کو کامیابی عطا ہو گی۔

'دُعا' ہی وہ راز تھا جو مادہ پرستی کے اس دور میں مسیح موعودؑ کو سکھایا گیا جب دنیا معجزات و نشانات سے منکر ہو چکی تھی ایک طرف "احرامُ الدُّعا" میں دعاؤں کی تحریک کا الہام کیا گیا تو دوسری طرف قبولیتِ دُعا کے وعدے دیئے گئے۔ چنانچہ آپ نے ببانگِ دُہل دنیا میں اعلان فرمایا۔

"استجابتِ دُعا کا مجھے نشان دیا گیا ہے جو چاہے میرے مقابلے پر آئے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت میں دعا پر پہاڑوں کی طرح غیر متزلزل یقین اور ایمان پیدا فرما دیا اور انہیں دُعا کا وہ ذوق و شوق بخشا کہ دُعا اِن مخلصین کا اوڑھنا بچھونا بن گئی۔

مہدی آخر الزمان نے دُعا کو ایک لازال اور ناقابل تسخیر ہتھیار قرار دیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں

"دعا میں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار الہامات کے ذریعے یہی فرمایا ہے کہ جو ہو گا دُعا کے ذریعے ہی ہو گا۔ ہمارا ہتھیار تو دُعا ہی ہے

اس کے علاوہ کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا تعالیٰ اس کو ظاہر کر کے دکھاتا ہے"۔(الفضل 18 اپریل 1956)

ایک اور مقام پر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

"یہ ضروری نہیں کہ دعائیں عربی زبانی میں ہی کی جائیں کیونکہ اصل غرض نماز کی تضرع اور ابتہال ہے اس لئیے چاہیئے کہ اپنی مادری زبان میں ہی کریں"۔

(روحانی خزائن جلد 2)

حضرت مصلح موعودؓ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

؎ غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے اے میرے فلسفیو زورِ دُعا دیکھو تو

دُعا کی برکات کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں

"میں نے اپنے بچوں کو بچپن سے ہی تربیت دی ہے کہ تم ہر مشکل کے وقت خدا کو کہا کرو اسی سے دُعا مانگا کرو۔ چنانچہ میرے بچوں نے جب دعائیں اور وہ ایسے حیرت انگیز طور پر پوری ہوئیں کہ کئی دفعہ ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ خدا تعالیٰ اتنی جلدی قبول فرمائے گا۔"۔(تشحیذ الاذہان جنوری 1984)

حضرت اماں جانؓ کے ان الفاظ سے دُعاؤں کا اندازہ خوب لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اپنی اولاد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائے تھے۔

"بچو! گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لیئے کچھ نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دُعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے۔"

فی الحقیقت دُعاؤں کا یہ خزانہ صرف آپ کے گھر والوں کے لیئے ہی نہیں تھا بلکہ ہر سعید الفطرت ان دُعاؤں کا وارث ہے جو مسیح موعودؑ کے روحانی گھر میں داخل ہے۔

ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان دامن سے باندھ لینا چاہئے کہ

"اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو اپنے گھروں کو دُعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دُعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اُسے برباد نہیں کرتا"۔(ملفوظات جلد سوم صفحہ 232)

دُعا

تبسّم بشارت ـــــــــــ ونڈسر

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۪ (البقرہ آیت 187)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے

ربِّ کریم ماں باپ سے کہیں زیادہ اپنی مخلوق سے پیار کرتا ہے۔ ہمیں خود مانگنے کے گُر سکھائے ہیں یہ کہہ کر کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا۔ اسی کو دُعا کہتے ہیں۔ دعا کیا ہے؟ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں دُعا کا مفہوم بیان ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں ’’دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق جاذبہ ہے۔ یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اس کے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواصِ عجیبہ پیدا کرتا ہے‘‘۔ (برکات الدُّعا صفحہ 4)

دعا کے لئے کامل یقین، کامل محبت، کامل اُمید، راست گوئی اور تقویٰ و طہارت بھی مشروط ہیں۔ دعا کے لئے تضرع بھی ایک اہم جزو ہے۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ بھی دیا ہے۔

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔ (المومن آیت 61)

اور تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو مَیں تمہیں جواب دوں گا۔

جب اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتا ہے تو وُہ اُن ظاہری اسباب پر اثر ڈالتا ہے جو ان دعاؤں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ بعض اوقات دعا کے لئے تمام شرائط پوری ہونے کے باوجود دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ اُس بندہ کی بہتری اُس دعا کی قبولیت میں نہیں ہوتی۔

سب سے بڑی دعا سورۃ فاتحہ ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل القرآن قرار دیا۔ نبی کریمؐ کو بذریعہ وحی یہ اطلاع دی گئی کہ ایک کامل دعا جو اس سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی وہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات ہیں جو بھی ان دعاؤں کے ذریعے خدا سے مانگتا ہے اس کی دُعا قبول کی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر ہمیں دعائیں ملتی ہیں۔ دنیا اور آخرت میں بھلائی کی دعا، ہدایت پر قائم رہنے کی دُعا، مصیبت سے نجات کی دعا، صبر کی دعا، مغفرت اور رحمت کی دُعا، حصولِ خیر کی دُعا، اولاد کے صالح اور فرمانبردار ہونے کی دُعا، والدین اور مومنوں کی بخشش کی دُعا، نیک آغاز اور انجام بخیر کی دُعا۔ غرض کہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دُعائیں سکھائی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا تو ہر لمحہ ذکرِ الٰہی اور دعا میں گزرا۔ آپ سوتے تو دُعا کے ساتھ، جاگتے تو دُعا کے ساتھ، گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت دُعا کرتے، مسجد میں قدم رکھتے تو دُعا کے ساتھ، باہر تشریف لے جاتے تو بھی دُعا پڑھتے۔ کھانا شروع کرتے اور ختم کرتے وقت بھی دعا کرتے۔ حوائجِ ضروریہ کے لئے تشریف لے جاتے تو دُعا کرتے۔ نیا کپڑا پہنتے تو دُعا کے ساتھ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی

اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنَ الدُّعَاءِ۔" (سُنن ابن ماجہ حدیث نمبر 710)

خدا تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی کثرت سے دُعا کے بارے میں الہامات ہوئے

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔یعنی دعا کر میں قبول کروں گا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 604)

اِنَّہٗ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔ یقیناً (خدا) دُعاؤں کو سُنتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہامی دُعائیں بھی عطا ہوئیں۔

رَبِّ کُلِّ شَیْءٍ خَادِمُکَ۔۔۔۔

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔"خوب یاد رکھو کہ دعا وُہ ہتھیار ہے جو اس زمانہ کی فتح کے لئے مجھے آسمان سے دیا گیا ہے اور اے میرے دوستوں کی جماعت تم صرف اس حربہ سے غالب آسکتے ہو"۔(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 80 ترجمہ از عربی)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو احسن رنگ میں دُعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زورِ دُعا دیکھو تو

دُعا کی اہمیت

زبیدہ کوکب_____ونڈسر

سورۃ البقرہ آیت 187 میں ارشادِ ربّی ہے

" اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

حدیثِ مبارکہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"میرے ذکر کے لئے وقت نکالو میں تمہارے کام میں برکت عطا کروں گا۔ ورنہ دنیاوی کاموں کی کثرت تم پر اسی قدر مسلط کر دوں گا کہ تمہیں فرصت ہی نہ ہو گی اور سکون سے محروم رہو گے۔

(صحیح بخاری)

دعا کو ایک دستک کی مانند سمجھیں۔ مسلسل دستک سے قبولیت دُعا کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ صبر شرط ہے۔ غیروں سے دل کا راز و نیاز کرنے میں ذلت ہے لیکن شانِ ربی ہے وہ راز داں ہے اور طالب کو عزت بھی دیتا ہے۔

دُعا کی اہمیت کا عظیم پہلو یہ ہے کہ اللہ اپنے بندے کی دُعا کو ردّ نہیں کرتا یا تو قبول ہو جاتی ہے یا آخرت کے لئے ذخیرہ کر دی جاتی ہے، یا مصیبت کو ٹال دیتی ہے۔

نبیوں کے بڑے بڑے معجزات میں دُعاؤں کا اثر متعدد واقعات میں ملتا ہے۔ جیسا کہ آتشِ نمرود، حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی دُعاؤں کا اثر۔

دعا کی اہمیت کا راز اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ والدین کی وفات کے بعد بھی ان کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں اور اسطرح اولاد کی مرحوم والدین کے لئے دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔

دُعا ہمارے ایمان کا حصہ ہے انسان کا اس سے تعلق ایسا ہے جیسے جسم کا روح سے۔ جب انسان دنیا کی بے ثباتیوں اور آزمائشوں سے دل برداشتہ ہو جاتا ہے اُس وقت دُعا ہی اُسے سکون دیتی ہے۔ دنیاوی وسیلے عارضی اور کمزور ہوتے ہیں۔ اُن پر اعتماد کرنا ڈوبتی کشتی کے سہارے کے مترادف ہے۔

دُعا روح کی غذا، مجاہد کا ہتھیار، مومن کی ڈھال، شیطانی وسوسوں کی شکست اور اولاد کے حق میں والدین کے سجدوں میں آہ و بکا ہی عرش پر قبولیت کا پروانہ ہے۔ اپنی دُعاؤں کو درود شریف سے مسلّح کریں۔ اللہ کے وجود پر یقین دُعا کی قبولیت کا پروانہ ہے اور نماز قبولیت کا زینہ ہے جس کے لئے ہمیں اپنے سجدوں کو دُعاؤں سے مزیّن کرنا ہو گا۔

خدا تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو دُعاؤں سے سجانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قبولیتِ دُعا کی راہیں

زاہدہ بلوچ ---- ہملٹن ماؤنٹین

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝(2:187)

ترجمہ: میرے بندے جب میری نسبت سوال کریں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

یعنی کہیں کہ خدا کس طرح دعا قبول کرتا ہے تو کہو فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ میں سب سے بہتر مدعا کو پورا کر سکتا ہوں کیونکہ میری ایک صفت یہ بھی ہے کہ میں ہر ایک چیز کے قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کے بھی اور جس مدعا کے لیے دعا کی جائے اس کے بھی ۔

یہاں فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ فرما کر دعا کی قبولیت کا ایک گُر بتا دیا کہ تم میری ہر ایک بات مان لیا کرو اور جو حکم ہم نے تمہارے لئے بھیجے ہیں اُن پر عمل کرو اور اپنی تمام حرکات و سکنات کو شریعت کے ماتحت لے آؤ تو پھر تمہاری دعا میں قبولیت بہت بڑھ جائے گی۔

دوسرا اگر اسی آیت میں یہ بتایا وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ اگر میرے بندے دعا قبول کروانا چاہتے ہیں تو اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مجھ پر بھی ایمان لائیں۔

یہاں خدا تعالیٰ پر ایمان لانے سے اس کی شریعت پر ایمان لانا مراد نہیں ہے بلکہ شریعت کے تمام احکام پر عمل کرنے اور دعا مانگنے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی ایمان رکھنا کہ خدا تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے ۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس بات پر بھی ایمان رکھو کہ جب تم ہمارے احکام پر اچھی طرح چلو گے تو میں تمہاری دعائیں قبول کر لوں گا۔ جب یہ یقین ہو تو پھر دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

دعا کی قبولیت کا ایک اہم گُر یہ بھی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی حمد کرے۔ سورۃ فاتحہ وہ سب سے بڑی دعا ہے جو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خود سکھائی ہے۔ اس میں پہلے خدا نے یہی رکھا ہے الحمد للہ۔ جب کوئی انسان خدا تعالیٰ کی صفات کو بیان کر کے کچھ مانگتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا یہ محتاج بندہ جو کچھ مانگتا ہے وہ اُسے دے دیا جائے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے خدا تعالیٰ کی محبت جوش میں آتی ہے اُسی طرح حمد کرنے سے اُس کی غیرت جوش میں آتی ہے۔

درود پڑھنے سے تو خدا تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ یہ بندہ جو کہ ہمارے پیارے بندے کے لیے دعا کرتا ہے اُس پر فضل کیا جائے۔ اور حمد کے وقت کہتا ہے کہ یہ میرا بندہ ہے جو میری صفات بیان کر رہا ہے میں اُس پر اپنی صفات ظاہر بھی کر دیتا ہوں تا اُس کو عملی طور پر معلوم ہو جائے کہ جو کچھ وہ میرے متعلق کہتا ہے وہ سب درست ہے۔ تو جب ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو جوش میں لاتے ہیں اور سب صفات جمع ہو کر ایک طرف جھک جاتی ہیں تب یقیناً اُس کی رضا کے مطابق انسان کے کام بن جاتے ہیں۔

دعا کو قبولیت کی منزل تک پہنچانے کے لیے دعا سے پہلے کثرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیے۔ درود بھیج کر اگر کوئی انسان خدا تعالیٰ سے برکات چاہے تو خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ کر اُس پر اپنا فضل کرنا شروع کر دیتی ہے ۔

اگر دعا کرتے وقت انسان اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اپنی آنکھوں کے سامنے لے آئے تو اس کا رُواں رُواں خدا کی محبت اور اُلفت سے پُر ہو جائے گا۔ اُس وقت اُس کے دل پر جوش اور شوق سے اُمید ایک ایسی لہر مارے گی کہ وہ جو دعا کرے گا وہ قبول ہو جائے گی کیونکہ جب وہ دیکھے گا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بغیر مانگے اور سوال کیے اس قدر انعامات دے رکھے ہیں تو مانگنے سے کیوں نہ دے گا۔ جب اُس کو یہ یقین ہو جائے گا تو جو مانگے گا مل جائے گا۔

دعا کی قبولیت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کے ساتھ ساتھ اس کے غضب کو بھی مد نظر رکھا جائے۔ اس حالت میں کی گئی دعا خوف اور طمع کی دعا ہو گی جس کو قرآن کریم نے بھی بیان کیا ہے۔ ایک طرف خدا کا خوف ہو گا اور ایک طرف طمع۔ یہ دو دیواریں ہوں گی جو اسے دنیا سے کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل کر دیں گی اور اس طرح مانگنے والے کی دعا قبولیت کا درجہ پائے گی ۔

پھر ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب کسی اہم امور کے متعلق دعا کرنے لگیں تو اس سے پہلے کثرت سے ایسی دعائیں کریں جن کے ذریعے خدا تعالیٰ کی محبت اور توجہ کو کھینچ سکیں۔ مثلاً یہ کہ الٰہی دین اسلام کی بڑے زور و شور سے اشاعت ہو، تیرا اجلال اور قدرت ظاہر ہو، تیرے انبیاء کی عزت و توقیر بڑھے خدا تعالیٰ کہے گا ایسا ہی ہو اس طرح دعا کرتے کرتے اپنا مقصد بھی پیش کر دیں کہ الٰہی یہ بات بھی پوری ہو جائے ۔

اس طریق کو اختیار کرنے سے انسان میں تیزی اور چستی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے دعا نہایت عمدگی اور خوبی سے کی جانی چاہئے اور دوسرے خدا تعالیٰ خوش بھی ہو جاتا ہے اور جب اس کے خوش ہونے کی حالت میں دعا کی جائے گی تو وہ ضرور قبول ہو جائے گی۔

ایسی جگہ جو بابرکت ہو وہاں دعا کی قبولیت کا ایک خاص تعلق ہوتا ہے۔ اس لیے خاص مقامات پر دعا خاص طور پر قبول ہوتی ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ ایسے ہی کسی مقام کو چن کر دعا کرے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مصلیٰ تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں جب کبھی اس مصلے پر بیٹھ کر دعا کرتا ہوں خاص طور پر قبول ہوتی ہے۔ تو خاص اشیاء میں خاص برکت کی وجہ سے خاص ہی اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اس پر عمل کیا کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے خاص جگہ معین کر دیتے تھے جہاں سوائے عبادت کے اور کوئی کام نہیں کیئے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بیت الدعا بنایا ہوا تھا تو یہ بھی دعا کے قبول ہونے کا طریقہ ہے۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خطبہ میں ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اس وقت کی ہوئی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ پھر جمعہ سے مغرب تک ایسا ہی وقت آتا ہے۔ پھر رمضان کے آخری عشرے میں بھی ایسا موقع آتا ہے۔

دعاؤں کی قبولیت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو اور اس کے لیے دعا کرنی ہو تو اس وقت کسی ایسے انسان کے جو کسی قسم کے دکھ اور تکلیف میں ہوں دکھ کو دُور کیا جائے یا دور کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کے کسی بندے کی تکلیف کو دور کرتا ہے یا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس شخص کی تکلیف دور کرنے کے لیے بہت زیادہ توجہ فرمائے گا اور خدا کی توجہ کبھی بے نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ دعا سے پہلے صدقہ دینا بھی خدا کی رحمت اور فضل کو کھینچنے کا باعث بنتی ہے۔

ایک اور اہم ترین گُر دعا کا یہ بھی ہے کہ جب کوئی انسان کسی معاملے کے متعلق دعا کرنے لگے تو پہلے اپنے نفس کی کمزوریوں کا مطالعہ کرے۔ اتنا گہرا جائزہ لے کہ گویا اس کا نفس مر ہی جائے اور اسے اپنے نفس سے گھن آنی شروع ہو جائے اور نفس کہہ اٹھے کہ تو بغیر کسی بالادست ہستی کی مدد اور تائید کے خود کسی کام کا نہیں ہے۔ اور بغیر اس کی مدد کے کچھ نہیں کر سکتا۔ جب نفس کی یہ حالت ہو تو اس وقت کی گئی دعا قبولیت کا درجہ پاتی ہے ۔

دعا کی قبولیت کے لیے دعا کرنے سے پہلے اپنے کپڑوں اور بدن کو صاف کرنا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ ہر ایک گند اور ہر ایک ناپاکی کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں تمام عبادتوں کے لئے صفائی کی شرط ضروری قرار دی ہے۔

دعا کرتے وقت ایسی جگہ اور وقت کا انتخاب کرنا چاہیے جہاں خاموشی ہو۔ دن کے وقت ایسا وقت اور جگہ میسر آ جائے تو ٹھیک ورنہ رات کے وقت جب کہ سب لوگ سو رہے ہوں دعا کا بہترین وقت ہے۔

رسولوں اور انبیاء علیہ السلام اور ان کے خلفائے کرام کی دعائیں خاص طور پر قبولیت کا مقام پاتی ہیں کیونکہ ان کو دعا سکھانے والا بھی خدا ہوتا ہے اور اس کو قبول کرنے والا بھی خدا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس درجے پر ہوتے ہیں جہاں اُن کا اپنا کچھ نہیں ہوتا بلکہ اُن کا سب کچھ خدا کا ہو چکا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے پیارے خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں اور آپ ازراہ شفقت ہماری التجاؤں کو خدا کے حضور پیش کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں نے کشفًا دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے گلے میں ہاتھ ڈالا ہوا ہے اور فرماتا ہے جے توں میرا ہو رہویں سب جگ تیرا ہو۔ اس میں خدا نے دعا کی قبولیت کا اہم ترین راز بھی بتا دیا کہ اگر تم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بس مجھ سے محبت کرو تو سب کچھ تجھے عطا کیا جائے گا ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور عشق عطا کرے۔ آمین۔

دعا

امتہ المتین رفیق۔۔۔۔۔کیلگری نارتھ ویسٹ

میرے مالک جو ہو سکے تو یہ احسان کر دیں

جو وقت گزرے فقط آپ کا ہو　　جو نکلے دل ہاتھ سے فقط آپ کا ہو
جو اشک نکلے میری آنکھ سے فقط آپ کا ہو　　جو ساتھ ہو زندگی کا فقط آپ کا ہو

میرے مالک جو ہو سکے تو یہ احسان کر دیں

جو یاد آئے ہر لمحہ وہ در آپ کا ہو　　جہاں آ کے بس جاؤں وہ گھر آپ کا ہو
گناہوں سے جو روک لے وہ ڈر آپ کا ہو　　میرا کچھ نہ ہو جو ہومال و زر وہ آپکا ہو

میرے مالک جو ہو سکے تو یہ احسان کر دیں

میری گستاخیوں سے نظر پھیر لیں آپ　　جو ہو مشکل کوئی تو دیکھ لیں آپ
لگے کوئی زخم میری چیخ نکلے تو روک لیں آپ　　پھر ہنس کر کہیں مجھ سے صبر سیکھ لیں آپ

میرے مالک جو ہو سکے تو یہ احسان کر دیں

یہ احسان کر دیں مجھے اپنا مہمان کرلیں　　میرے دل کو اپنا اک میزبان کرلیں
کسی کو نا چاہے وہ اک جان کر لیں　　دل میں تلاطم کا ارمان کرلیں

میرے مالک جو ہو سکے تو یہ احسان کر دیں　　اس گستاخ دل کو مسلمان کر دیں

قبولیّتِ دُعا کا ایک ایمان افروز واقعہ

سلمیٰ اویس _____ مارکھم

حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والے ہر شخص کا یہ یقین ہے کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ اب بھی بولتا ہے جیسے پہلے بولتا تھا اور اب بھی سنتا ہے جیسے پہلے سنتا تھا۔ اس خالق حقیقی نے چاہا کہ اس کی مخلوق اسکو پہچانے۔ دعاؤں کا قبول ہونا بھی اُس قادر مطلق سمیع و بصیر خدا کی ہستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

انسان جب اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اپنے مقصد کو پانے میں ناکام رہے اور کوئی امید نظر نہ آئے ایسے میں دردِ دل سے نکلی دعائیں اُس قادر و غیور خدا کی رحمت کو جوش میں لانے کا سبب بنتی ہیں۔ اور وہ عجائب کام بھی بہ آسانی تکمیل پا جاتے ہیں جو بظاہر ناممکن نظر آتے تھے۔ اور ہر بار مومن کے ایمان و ایقان میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

خاکسار کے ساتھ بھی ایسے کئی واقعات پیش آئے۔ اُن میں سے ایک پیشِ خدمت ہے۔

یہ ذکر ہے سال 2015ء کا جب ہم کراچی میں رہائش پذیر تھے۔ شادی کو چار سال ہی ہوئے تھے۔ میرے شوہر کو مسقط میں ایک اچھی نوکری کی پیشکش ہوئی۔ اُنہی دنوں ہم مکان بھی تبدیل کر رہے تھے۔ میاں صاحب کی جانے کی تیاریاں، ساتھ ساتھ گھر کی پیکنگ، دو چھوٹے بچوں کا ساتھ اوپر سے کراچی کی گرمی اور لوڈ شیڈنگ کی سوغات۔ قصہ مختصر یہ کہ اس سب افراتفری میں ایک ضروری فائل کہیں آگے پیچھے ہو گئی۔ جس میں میرے اور بچوں کے ضروری کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ بھی تھے جو میاں صاحب نے ساتھ لے کر جانے تھے تاکہ مسقط جا کر ہمارے ویزے کی درخواست جمع کروا دیں۔

ایک طرف میاں صاحب کے دور جانے کا غم اوپر سے بیٹھے بٹھائے یہ نئی مشکل گلے پڑ گئی۔ بہت ڈھونڈا، گھر کا کونہ کونہ چھان مارا مگر فائل نے نہ ملنا تھا نہ ملی۔ سوچا تھا کہ اُن کے جانے سے پہلے ہم اچھا وقت ساتھ گزاریں گے مگر اب تو کبھی انکو پرچھتی پر چڑھایا ہوا کبھی پلنگ کے نیچے گھسایا ہوا۔ اندر ہی اندر شرمندگی اور غصہ اپنی غائب دماغی پر۔ گھر میں سب کو دعا کے لئے کہا۔ ایک عزیزہ سے فائل کی گمشدگی کا ذکر کیا تو اُنہوں نے کسی شخص کا نمبر دیا اور اس سے رابطہ کرنے کی تجویز دی۔ بقول اُنکے اُس عالم کے پاس ستاروں کا علم ہے اور وہ اپنے علم سے نشانی بتا سکتا ہے کہ تمہاری فائل کہاں ہے۔ یہ سن کر بڑی کوفت ہوئی کیونکہ ایسی باتوں پر ذرّہ برابر بھی یقین نہ تھا۔ میں نے اُنکی بات سنی ان سنی کر دی اور اپنے طور پر دعا اور تلاش کا سلسلہ جاری رکھا۔

آخر کار میاں صاحب کی روانگی کا دن بھی آ گیا۔ جاتے جاتے کہہ گئے کہ اب جو مسقط آنا چاہتا ہے وہ خود ہی ڈھونڈے اپنی فائل۔ یہ بات سیدھی دل پر جا کے لگی۔ دل اداس تو تھا ہی اب مزید چھلنی ہو گیا۔ وضو کیا۔ جائے نماز بچھایا اور نوافل ادا کئے۔ اللہ تعالیٰ کے آگے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا اور بہت استغفار کیا۔ سجدہ میں پڑی بس دل سے یہی صدا نکلتی:

میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں تو میرا خدا میرا خدا ہے

دورانِ نماز ہی دل کو ایک عجیب سکون نصیب ہوا۔ پچھلے کئی دنوں سے جو بے چینی غالب تھی وہ اچانک اطمینان میں بدل گئی۔ سلام پھیرتے ہی دھیان اُسی کمرے میں رکھی ایک الماری کی طرف گیا۔ چونکہ تازہ تازہ ہی شفٹنگ کی تھی تو الماری بالکل خالی تھی اور اب تک کئی سو مرتبہ اس الماری کو بھی کھنگالا تھا۔ اب کی بار جب الماری کے اندر کا دراز کھولا تو وہ جھٹکے سے پورا باہر آ گیا۔ اور دراز کے پیچھے وہی فائل رکھی ہوئی تھی جس نے اتنے دن تگنی کا ناچ نچایا ہوا تھا۔ عجیب منظر تھا کہ الماری بالکل خالی اور صرف میری مطلوبہ چیز آنکھوں کے سامنے رکھی ہوئی تھی۔ فائل کو کھول کے تمام کاغذات کا جائزہ لیا تو سب کے سب اس میں موجود تھے۔ اسی وقت واپس جائے نماز کا رخ کیا اور شکرانے کے نفل ادا کئے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتے دیکھا کہ:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (البقرۃ:187)

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

قضاء کو ٹال دیتی ہیں دُعائیں

اگر لگ جائیں پے در پے نشانے

بشریٰ صدیق _____ ایڈمنٹن ویسٹ

آج میں آپ کو اپنی زندگی میں قبولیت دُعا کے واقعات سے ایک واقعہ بتانا چاہتی ہوں ۔یُوں تو ہر وقت ہی پیارے رب رحمان کا فضل شاملِ حال رہا۔ میں اپنے خدا کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ میرے پیارے خدا کی عنایات کی بارش مجھ ناچیز پر ہمیشہ برستی رہی۔ دُعا ہے کہ آئندہ بھی میرا خدا مجھ سے یوں ہی پیار و محبت کا سلوک فرماتا رہے اور مجھے بھی صحیح معنوں میں اُس کا حق ادا کرنے والی بنائے۔ آمین ثم آمین۔

یہ واقعہ 1987 کا ہے میرے چھ بچے تھے اور میں ایک بار پھر حاملہ ہوگئی چند وجوہات کی بناء پر ڈاکٹر کہتے تھے یہ بچہ نارمل پیدا نہیں ہو گا۔ آپ اسے ضائع کر وا دیں۔ میرا دل نہیں مانتا تھا۔ میرے خاوند محترم نے مجھے بہت سمجھایا بہت منانے کی کوشش کی۔ اُن کا کہنا تھا کہ ہمارے پاس تین بیٹے ہیں اور تین بیٹیاں ہیں مگر میں بہت پریشان تھی اور دُعا کرتی تھی کہ اے اللہ مجھے اس گناہ سے بچا لے۔ جب بہت بحث و تکرار کے بعد میں راضی ہوئی اور ہم ایک ڈاکٹر کے پاس گئے تو اُس نے معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ بچہ بن گیا ہے اب ہمیں کاٹ کر نکالنا پڑے گا۔ آپ اپنے رسک پر کروالیں۔ میں تو ایک ماں تھی یہ سب برداشت نہ کر سکی۔ ڈاکٹر کی باتیں سُن کر روتی رہی۔ اور فیصلہ کر لیا کہ میں یہ بچہ خدا کے لئے پیدا کروں گی اس کو خدا کی راہ میں وقف کر دوں گی ۔ پھر خدا کی مرضی وہ اسے جیسا بھی پیدا کرے۔ میں اُس کی رضا پر راضی رہوں گی۔ باہر آکر میں نے اپنا فیصلہ اپنے خاوند محترم کو بتا دیا اور التجا کی کہ اب آپ مجھے کسی اور ڈاکٹر کے پاس جانے پر مجبور نہیں کریں گے۔ اُنہوں نے اور بھی ڈاکٹروں سے مشورہ کیا ایک ڈاکٹر نے کہا اگر روز انار کا جوس اپنی بیوی کو پلاؤ تو شائد بچہ نارمل ہو جائے مگر میرا خدا جو قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ ۔ (المومن:61)

یعنی مجھے پکارو میں تمہیں جواب دُوں گا۔ اُس کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ کیونکہ میں بچہ خدا کی راہ میں وقف کر چکی تھی اور وہ اسکو میری زندگی میں ایک نشان بنانا چاہتا تھا اس لیئے شائد ایک دن بھی موقع نہ ملا کہ میں انار کا جوس پی سکوں۔ میری حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی۔ میں ہمیشہ دعا میں لگی رہتی۔ جب مغرب کی اذان ہوتی تو میں چھت پر چلی جاتی اور تڑپ تڑپ کر دُعا کرتی کہ پیارے خدا تو ہی ہے جو ایک مضطر کی دُعا کو سُنتا ہے۔ تُو اس بچے کے لئے میرے جسم سے میرے خون کا ہر قطرہ نکال کر میرے بچے کے لئے انار کا جوس بنا دے اور اسے صحت مند اور ایک اچھا انسا بنا کر دُنیا میں بھیج۔

نادان تھی، اتنی عقل نہ تھی کہ خدا تو عظیم الشان ہستی ہے، وہ اِن چیزوں سے مبرّا ہے۔ اس کو تو ہر طاقت حاصل ہے اُس نے تو صرف کُن کہنا ہے اور سب ہو جانا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”دُعا ایک ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کر سکتی ہے اور مُردہ کو زندہ

کر سکتی ہے اس میں بڑی تاثیریں ہیں"۔(ملفوظات جلد 3 صفحہ 100)

سو خدا نے مجھ ناچیز کی دُعاؤں کو سُنا اور جس کے بارے میں ڈاکٹر کہتے تھے کہ نارمل پیدا نہ ہو گا۔ 28 فروری 1988 کو ایک صحت مند وجود کی صورت میں میری گود میں ڈال دیا۔ الحمد للہ۔ جو کہ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ میں نے ہمیشہ اُس سے دُعا کروائی۔

اے اللہ! میں تیرا ہوں، تُو میرا بن جا، مجھے اپنا بنالے، مجھے نیک بنا، میں تیرا نیک بندہ بنوں اور تیرے کام کروں۔ جب میرا بیٹا پیدا ہوا تو بہت صحت مند تھا، سُرخ و سفید اور میرا رنگ ایسا تھا۔ گویا جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں۔ تب مجھے اپنے مہربان خدا پر بہت پیار آیا کہ اُس نے میری دُعا کو ایک قبولیت کا نشان بنا دیا۔ میں نے اپنے بیٹے کو پکڑ کر تصویر بنوائی اور پھر میں تصویر دکھا کر سب کو بتاتی تھی کہ یہ ہے میری قبولیت دُعا کا نشان۔ مجھے نہیں یاد کہ میں نے کبھی بھی اس بچے کی کوئی وقف نو کی کلاس سے ناغہ کروایا ہو یا اُس کی تربیت کرنے میں کوئی کمی کی ہو۔ اپنی طرف سے اُسے وقف نو کے معیار پورے کرنے اور خلیفہ وقت کا اطاعت گزار اور باعثِ خوشنودی بنانے کی توفیق پائی۔ آج خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خاص شفقت کے باعث اُس بچے کو ایم ٹی اے کینیڈا میں خدمتِ دین کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس بچے کو بہترین خدمت کی توفیق عطا ہو۔ آمین۔

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول

میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگاہ میں بار

جواب از صفحہ ناصرات

کل مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی لیکن گھر میں کچھ بھی پکا ہوا نہیں تھا۔ اُٹھ کر فرج کھولا تو ایک آم نظر آیا وہی نکالا اور فوراً کھا لیا لیکن وہ میٹھا نہیں تھا۔ خیر کیا کرتی۔

قبولیت دُعا کا واقعہ

آفرینہ محمود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بریمپٹن میک وین

بچپن سے ہی ہمارے والدین نے ہمیں سکھایا تھا کہ ہر پریشانی میں خلیفہ وقت کو خط لکھنا ہے لہٰذا یہ عادت ہماری بچپن میں ہی پختہ ہو گئی تھی۔ آج جو واقعہ میں آپ کے سامنے بیان کر رہی ہوں یہ سال 2012 کا ہے۔ ہماری والدہ صاحبہ کو بخار ہوا اور بخار بڑھتے بڑھتے کافی سنجیدہ صورتِ حال اختیار کر گیا تھا۔ ہم نے اپنی والدہ کو ہسپتال میں داخل کروایا لیکن ڈاکٹر کو ان کی بیماری کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ لہٰذا وہ غلط علاج کرتے جا رہے تھے۔ جس کی وجہ سے حالت دن بدن بگڑتی جا رہی تھی۔ ہم سب بہت پریشان تھے اور ہم سب بہن بھائی دعا کے لئے حضور کو خط لکھ رہے تھے۔ ہماری والدہ صاحبہ کی حالت بہت زیادہ بگڑتی جا رہی تھی۔ یوں محسوس ہونے لگا کہ اب انکی زندگی کی اُمید ختم ہوتی جا رہی ہے۔ مسلسل ہم صدقات بھی دے رہے تھے۔ اچانک میرے بھائی کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ شاید یہ لوگ غلط علاج کر رہے ہیں اور نہ ہماری والدہ صاحبہ کو کوئی سنجیدہ بیماری نہ تھی۔ ایک احمدی ڈاکٹر میرے بھائی کا واقف تھا۔ میرے بھائی نے اُنہیں جا کر رپورٹیں دکھائیں تو اس ڈاکٹر نے بتایا کہ وہ لوگ غلط علاج کر رہے ہیں۔ پیسوں کے لالچ میں۔ ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا کہ جتنی جلدی ہو سکے اُنہیں یہاں لے آئیں میرے کلینک میں کیونکہ بہت زیادہ صورت حال خراب ہو چکی ہے۔ ہم نے زبردستی اپنی والدہ صاحبہ کو اُس ہسپتال سے نکالا اور دوسرے کلینک میں لے آئے۔ جہاں پر احمدی ڈاکٹر نے فوراً ہماری والدہ صاحبہ کا علاج کرنا شروع کیا اور ایک ہی رات میں ہماری والدہ کی حالت بہتری کی طرف چل پڑی۔ دس دن سے ہماری والدہ صاحبہ بے ہوش تھیں اور صبح ہوتے ہی ہماری والدہ صاحبہ کو ہوش آ گیا اور چند ہی دن میں ہماری والدہ صاحبہ صحت مند ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے پیارے حضور کی دُعاؤں کو قبولیت کا درجہ دیا اور وقت کے امام کی دعاؤں میں جو طاقت ہوتی ہے اس کو ہم نے اپنی کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری والدہ کو نئی زندگی دی۔

ایک اور قبولیت دعا کا واقعہ میرے والد صاحب کے متعلق کچھ اس طرح ہے کہ پچھلے سال 2020 میں میرے والد صاحب کے سینے میں درد شروع ہو گیا۔ ڈاکٹر سے مشورہ پر پتہ چلا کہ اُن کے دل کی چار نالیاں بند ہو چکی ہیں۔ جلد ان کا علاج کروانا بہت ضروری ہے۔ ہم نے اپنے والد صاحب کو طاہر ہارٹ ہسپتال ربوہ میں داخل کروایا۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ ان کی open heart سرجری ہونی چاہیئے لیکن ان کی صحت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا Stunt ڈالنا بھی کافی مشکل کام ہے۔ اس پریشانی کے عالم میں مسلسل حضور کو دُعا کے لئے خط لکھا اور یہ پیارے حضور کی دُعاؤں کا ہی نتیجہ تھا کہ ہمارے والد صاحب کو چار stunt ڈالے گئے جو کہ ناممکن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ناممکن کو بھی ممکن بنا دیا۔ الحمدللہ۔

یہاں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ارشاد کو بیان کرتی ہوں۔

”قبولیت دُعا عملِ صالح کو چاہتی ہے۔“

خدا تعالیٰ ہم سب کو عمل صالح پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وقت کے امام کے اصل مقام کو سمجھنے اور ان کے ہر حکم پر لبّیک کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قبولیت دُعا کا واقعہ

خالدہ ظفر۔۔۔۔بریمپٹن میک وین

میری بیٹی انعم کلاس اوّل سے ہی ماشاء اللہ پوزیشن لیتی تھی۔ دینی لحاظ سے بھی خدا کا فضل تھا۔ جماعت میں ہمیشہ نمایاں پوزیشن حاصل کرتی تھی۔ ایف ایس سی کے گیارھویں کے امتحان میں بہت اچھے نمبر حاصل کیے۔ اُمید تھی کہ سیکنڈ ایئر کے فائنل امتحان میں بورڈ میں کوئی نمایاں پوزیشن حاصل کرے گی۔ حضور کو دُعا کے لئے بھی لکھا جس دن اُس نے حضور کو خط لکھا اس سے اگلی صبح اُٹھ کر خواب سُنایا کہ خواب میں حضور کے خط کا جواب آیا ہے کہ انشاء اللہ نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور نمایاں کامیابی کو سبز رنگ کے بڑے مارکر سے دائرہ لگایا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ بہت مبارک خواب ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدا کا فضل ہو گا رزلٹ آگیا ایف ایس سی پری انجنیئرنگ کا مگر انعم بورڈ میں کوئی نمایاں پوزیشن حاصل نہ کر سکی۔ بہت دل افسردہ ہوئی پہلی دس پوزیشن میں تھی۔ اس کو بہت تسلی دی مگر میرے ذہن میں یہ بات کہیں نہ کہیں کھٹکتی تھی کہ بیٹی کو جو خواب آیا ہے وہ ضرور پورا ہو گا۔ حالانکہ ایسا ممکن نہ تھا۔ رزلٹ تو آگیا تھا۔ میری ایک احمدی دوست نے مبارک باد دی اور ساتھ کہا کہ اتنے ماشاء اللہ اچھے نمبر حاصل کیئے ہیں کہ الفضل میں صدیق بانی گولڈ میڈل وظائف کا سلسلہ ہے اس میں apply کرو۔ خیر میں نے بیٹی کی ساری تفصیل وغیرہ الفضل میں بھیج دی۔ خدا کے فضل سے خلیفہ وقت کی قبولیت دُعا کا جو محض خواب میں دکھایا گیا تھا ایسے احسن طریق سے پورا ہوا کہ الفضل کے پہلے صفحے کے حاشیے میں ''نمایاں کامیابی'' تحریر تھا اور نیچے تفصیل تھی کہ انعم ظفر نے پاکستان کے تمام احمدی طلباء اور طالبات پری انجنیئرنگ ایف ایس سی میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ گولڈ میڈل اور 25000 نقد انعام حاصل کیا۔ یہ قبولیت دُعا کا ایسا ناقابل یقین واقعہ ہے کہ اُنہی الفاظ میں خدا تعالیٰ نے حرف بہ حرف پورا کیا۔ الحمدللہ۔

بے شک حیّ و قیوم خدا نے ہمیں اس سلسلہ سے باندھ کر اپنی رحمتوں اور قدرتوں کے ایسے نظارے دکھائے کہ دل سجدہ ریز ہو جاتا ہے کہ اے خدا تُو نے ہمیں خلافت اور خلیفہ وقت کی دُعاؤں کا ایسا حصار بخشا ہے جس کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

تعلیم کی اہمیت

سارہ صدیقی کے انگریزی مضمون کا ترجمہ برائے عنبر امتیاز کیلگری نارتھ ویسٹ

اسلام نے تعلیم کو بہت اہمیت دی ہے اور مردوں اور عورتوں دونوں کو تعلیم حاصل کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

رب زدنی علما۔ (20-115)

جس کا معنی یہ ہے "اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما"

تعلیم اصل میں سیکھنے کا عمل ہے جس سے مہارت، اقتدار، عادات اور عقائد کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ یہ تہذیب کو جدت کی ترغیب دیتی ہے آج کی دنیا میں تعلیم معاشرے کا ایک مہذب رکن بننے میں مدد دیتی ہے۔

صدیوں پہلے سے اسلام میں تعلیم پر جتنا زور دیا گیا اس کی وجہ سے امت مسلمہ میں بہت ساری ایسی دریافتیں ہوئیں جس کی وجہ سے آج اس جدید دور میں ٹیکنالوجی، طب، ریاضی اور سائنس نے فروغ پایا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سیکھنے کا عمل بچپن سے لیکر موت تک جاری رہنا چاہیے۔ ایک حدیث میں روایت ہے کہ "تعلیم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے"۔(جامع بیان العلم از امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خواہ راہ میں کتنی بھی مشکلات اور رکاوٹیں آئیں پھر بھی علم حاصل کرو۔

ایک احمدی مسلمان کی حیثیت سے ہمیں دینی اور دنیاوی دونوں طرح کی تعلیمات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے بعد تلوار سے جہاد کا تصور ختم ہو چکا ہے اب قلم کے جہاد سے اسلام غلبہ پائے گا اور اس کے لیے ہمیں قرآن مجید اور احادیث کے بارے میں سیکھنا چاہیے تا کہ وقت آنے پر ہم اسلام مخالف طاقتوں کو جواب دے سکیں۔ حضرت خلیفتہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہمیں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے پر بھی زور دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جماعت میں اعلیٰ تعلیم میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والوں کو اسناد اور انعامات دینے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس کا مقصد جماعت میں نوجوانوں کو ان کے تعلیمی شعبہ جات میں حوصلہ افزائی کرنا تھا۔ جماعت میں خدا کے فضل سے بہت سے لوگ موجود ہیں جنہوں نے تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام اس کی نمایاں اور بہترین مثال ہیں۔ آپ پہلے مسلمان تھے جنہیں نوبل پرائز ملا۔ اپنا نوبل انعام حاصل کرنے کے موقع پر آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے کام میں تاثیر قرآن پاک سے حاصل کی۔ اپنی کامیابی کے سفر میں آپ نے ساتھ ساتھ اسلام احمدیت کا پیغام بھی پھیلایا اور ہمیشہ اپنے مذہب کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتے تھے کہ میرا مذہبی عقیدہ کبھی بھی میری

سائنسی دنیا کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنا۔

مسلمان عورت کی خاص طور پر یہ ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا بھی حکم فرمایا کہ مسلمان عورت کو بھی تعلیم حاصل کرنے کا اتنا ہی موقع ملنا چاہئے جتنا کہ مردوں کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ "ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کو علم حاصل کرنا چاہیے" ایک موقع پر ہمارے پیارے امام حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اپنے ایک خطبہ میں اس کا ذکر فرمایا ہے کہ" ہر شخص پر علم کا حصول لازم ہے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت اسے تعلیم حاصل کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنی قوم کی خدمت کر سکے۔ جبکہ ایک لڑکی کا تعلیم حاصل کرنا خاص طور پر بہت ہی ضروری ہے کیونکہ آگے چل کر زندگی میں تبھی وہ اس قابل ہو گی کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دے سکے اور انہیں ایک اچھے طریقے سے پروان چڑھا سکے"۔(19 اپریل، 2017) پس ایک پڑھی لکھی ماں ہی اپنے بچوں کی تعلیم کو یقینی بنا سکتی ہے اور اس سے ایک ایسا نتیجہ نکلے گا کہ ایک طویل مدت تک معاشرے کو اس کا فائدہ حاصل ہو گا۔

اس کے علاوہ تعلیم کسی بھی معاشرے کی اقتصادی اور مالی ترقی کا بھی ایک بہت ہی اہم جزو ہوتی ہے۔ قرآن مجید مسلمانوں کو کہتا ہے کہ انسانیت کی خدمت کا ایک راستہ یہ بھی ہے کہ کسی مستحق نادار کو تعلیم دلوائی جائے۔ یہ اس لیے ہے کہ یہ بچے تعلیم کی وجہ سے ترقی کے مواقع حاصل کر سکتے ہیں اور آخر کار وہ اپنے معاشرے میں اقتصادی ترقی کا باعث بن سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ نے بھی مختلف تحریکات کے تحت بہت سے غریب ملکوں میں اسکول اور کالجز بنوائے ہیں۔

پس ہر انسان، خاص طور پر احمدی مسلمانوں کو ارادہ بنالینا چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے گا۔ جو ذاتی فائدے کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت اور آنے والی نسلوں کے کام آئے۔ اللہ تعالیٰ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی تلقین بھی فرماتا ہے۔ بے شک تعلیم کی تلاش اور اس کا حصول خدا کی نزدیکی اور خوشنودی کے ساتھ اس کی مخلوق کی خدمت کا ذریعہ بھی ہے۔

میری محسن والدہ

تحریر کردہ مکرمہ شوکت گوہر صاحبہ مرحومہ۔۔۔مرسلہ: امتہ الرفیق راحت۔۔مسی ساگا ویسٹ

ہمیشہ سے قانون قدرت یہی ہے کہ جو انسان اس دنیا میں آیا ہے اس نے ایک دن یہاں سے چلے جانا ہے۔

اس اٹل حقیقت کو جاننے کے باوجود انسانی ذہن اپنے عزیزوں اور پیاروں کی جدائی کو قبول نہیں کرتا اور خصوصاً والدین ایسی نعمت ہیں جس کا نعم البدل نہیں ہے۔ساری عمر وہ یاد رہتے ہیں۔ آنکھیں تصور میں ان کو چلتا پھرتا دیکھتی ہیں ان کی ہر بات مختلف اوقات میں یاد آکر دل کو پریشان کر دیتی ہے۔

میری والدہ مکرمہ سرور سلطانہ صاحبہ 22جون 2010ء کو اس دنیا سے رخصت ہو کر خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئیں۔ آپ مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب کی اہلیہ تھیں۔ آج ان کی وفات پر 7 ماہ کا عرصہ گذرنے کے بعد بھی مجھے یوں لگتا ہے گویا وہ ہمارے درمیان موجود ہوں۔اُن کی ہر چیز سے اُن کی یاد ستانے لگتی ہے،اُن کا نقشہ ہر وقت میری آنکھوں کے آگے گھومتا رہتا ہے۔

میری امی جو انتہائی شفیق،نیک اور خدا ترس خاتون تھیں۔ہر لمحہ میں نے ان کو خدا کو یاد کرتے دیکھا۔ آج اس محترم ہستی کا مختصر ذکرِ خیر کرنا چاہتی ہوں۔

ذکر ہمارے نانا جان کا

سب سے پہلے اپنے نانا جان کا کچھ ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔میرے نانا کا نام محمد یٰسین خان تھا۔ آپ فیروز پور کے رہنے والے تھے۔ انتہائی شریف النفس اور نیک انسان تھے۔فیروز پور میں آپ بیکری کا کاروبار کرتے تھے۔اس کے علاوہ دیرہ دون میں آپ کا میس تھا۔پارٹیشن کے بعد سب کچھ وہیں رہ گیا اور آپ لاہور میں آگئے۔میرے نانا کو کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا ایک احمدی صاحب نے آپ کا یہ شوق دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی اور پھر کشتی نوح آپ کے سرہانے رکھ دی۔جس کو آپ نے ایک بار پڑھا اور اتنے متاثر ہوئے کہ دوبارہ پڑھا اور پھر حضرت مصلح موعودؓ کی بیعت کر لی اور اس میں اتنے پختہ ہوئے کہ مخالفت کی بھی پرواہ نہ کی سارے خاندان کو احمدی کر لیا۔کتب پڑھ کر سناتے،احمدی ہونے کے بعد نمازوں میں اور باقاعدگی اور خشوع پیدا ہو گیا۔مستجاب الدعوات بزرگ تھے ہر اہم معاملے میں استخارہ کرتے اپنے ایک بیٹے محمد یامین کو قادیان لے جا کر جامعہ میں داخل کر دیا۔لیکن افسوس کہ ماموں جان طالب علمی کے دوران وفات پا گئے۔

ایسے نیک باپ کے گھر پروان چڑھنے والی یہ بیٹی سرور سلطانہ خود بھی بچپن سے نیک اور دیندار ہو گئی اور اپنے والد کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتی۔جب امی بڑی ہوئیں تو شادی کے لئے کئی اچھے رشتے آئے جن میں میرے والد صاحب کا بھی رشتہ تھا۔نانا جان نے دنیاوی جاہ و حشمت کے بجائے ایک واقف زندگی کو ترجیح دی۔ابّا اُس وقت جامعہ سے نئے نئے فارغ ہوئے تھے اور لکھنو میں تقرر ہوا تھا۔چنانچہ امی بیاہ کر لکھنو آگئیں۔شادی کے بعد لڑکیوں کے بڑے ارمان ہوتے ہیں سیر و تفریح کا پروگرام بنتا ہے لیکن امی جس وقت شادی ہو کر آئیں ان دنوں کسی وجہ

سے مبلغین کے مشاہرے رُکے ہوئے تھے اور مالی تنگی تھی لیکن اس نو بیاہتا دلہن نے جو ایک امیر گھرانے سے آئی تھی وفا کا یہ نمونہ دکھایا کہ اپنے خاوند کے ساتھ تنگدستی کے اس دور میں خوشی خوشی گذارا کیا اور چٹنی روٹی کھا کر بھی خدا کا شکر ادا کیا۔ کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لائی نہ ہی خاوند سے کوئی لڑائی جھگڑا کر کے بدمزگی کا ماحول پیدا کیا بلکہ یہی کہا کہ یہ تو خدا کی خاطر ہے، ہم گذارا کر لیں گے۔ ابا اکثر اس وقت کو یاد کر کے امی کی تعریف کرتے تھے۔ یقیناً خدا کے فرشتے بھی امی کے اس فعل پر عش عش کر اُٹھے ہوں گے۔

تعلیم

میری امی کو تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ مڈل سکول تک اسکول جا کر تعلیم حاصل کی پھر کسی وجہ سے بقیہ تعلیم گھر پر حاصل کی۔ نانا جان دین کی کتب پڑھنے کو ترجیح دیتے تھے۔ جس سے دینی علم حاصل ہو گیا تھا لیکن شادی کے بعد میرے ابا کے ساتھ رہ کر آپ کا علم بہت وسیع ہو گیا۔ مطالعہ کتب کرتی رہتیں اور وہ بہت اچھی علم دوست ہستی تھیں۔ دُرِّ ثمین، کلام محمود اور احمدی شعراء کے اشعار خوب یاد تھے۔ اس لئے بیت بازی کرنا آپ کو بہت پسند تھا۔ ابا جب بھی کوئی مضمون لکھتے اپنے بچوں کے لئے بھی ،وہ امی کو ضرور سناتے۔ وہ یہی چاہتی تھیں کہ بہت علم حاصل کریں اور ا سکے لیئے انہوں نے بہت محنت کی۔

خاوند کی خدمت و فرمانبرداری

میری امی جان، میرے والد صاحب کا بہت خیال رکھتیں اور ان کی خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتیں۔ ابا واقفِ زندگی تھے اور امی نے وقف کے تقاضوں کو نبھانے میں ان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ ابا کے لئے وقت پر اچھے کھانے تیار کرنا، ان کے کپڑے دھلوا، کر استری کر کے ٹانگ کر رکھتیں ، کہتی تھیں کہ تمہارے ابا بہت محنت کرتے ہیں۔ وہ خادمِ دین ہیں اگر میں ان کا خیال رکھوں گی تو خدا مجھ سے راضی ہو گا۔ ابا کی ہر بات مانتیں اور کوشش کرتیں کہ ان پر گھریلو ذمہ داریوں کا کم سے کم بوجھ پڑے تا کہ وہ یکسوئی سے اپنا کام کر سکیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارا گھر ایک چھوٹی سے جنت تھا جس میں ابا کے خلوص و محبت اور امی کی اطاعت و وفاداری نے ایک پُر سکون ماحول پیدا کر رکھا تھا۔ جس میں رہ کر ان دونوں کا ایک ہی مقصد تھا دین کی خدمت اور اپنے بچوں کی دیکھ بھال و تربیت.

بچوں کی تربیت

اوپر ذکر آچکا ہے کہ امی نے بچوں کے دل میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کر دیا تھا۔ وہ کوشش کرتیں کہ ان کے بچے تعلیم میں نمایاں مقام حاصل کریں اس کے لئے وہ خود بھی بچوں کو پڑھاتیں۔ ہوم ورک اپنی نگرانی میں کرواتیں۔ ٹیوشن کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ بس ہماری امی یا ابا ہمیں پڑھاتے تھے۔ امی ہم کو وقت ضائع کرنے کے لئے ادھر اُدھر نہ جانے دیتیں۔ ہم سب بہن بھائی خود ہی مل کر کھیلتے بلکہ بعض کھیلوں میں ہماری امی ہمارے ساتھ شامل ہوتیں۔ کبھی کبھی اگر سکول کے کسی پروگرام میں بلایا جاتا تو بچوں کی خاطر ضرور شرکت کرتیں اور اگر اس پروگرام میں ہمارا کوئی حصہ ہوتا تو بہت خوش ہوتیں اور گھر آکر ہماری حوصلہ افزائی کرتیں۔

میری ایک چھوٹی بہن کو کانونٹ اسکول میں داخل کر دیا کہ اچھی تعلیم ہو گی۔ جب اسکا کورس آیا تو امی نے دیکھا کہ اردو کی کتاب بہت آسان ہے تو فکر سے کہنے لگیں اس کو اُردو نہیں آئے گی پھر اردو کی وہ کتاب جو گورنمنٹ اسکول میں پڑھائی جاتی تھی منگوائی اور سکول سے آنے کے بعد خود اسکو وہ کتاب پڑھاتیں، مطلب سمجھاتیں اور لکھواتیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسکی اُردو بہت اچھی ہو گئی۔ اسکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ میری امی جان

کو بچوں کی دینی تعلیم کا بھی بہت فکر ہوتا۔ تمام بچوں کو خود قرآن کریم پڑھایا، بار بار دُہرائی کرواتی تھیں۔ نماز اور دین کی ابتدائی باتیں ہم کو یاد کروائیں۔ ذیلی تنظیموں کے نصاب کی کتابیں پڑھا کر ہم کو سمجھاتیں۔ آپس میں ہمارے دینی مقابلے کرواتیں اور انعام دیتیں۔ ہم سب بہن بھائیوں کو ہر وقت یہی سمجھاتیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے اور یہ سبق انہوں نے ہماری گھٹی میں ڈال دیا۔ عملاً بھی اسکا مظاہرہ کرنے کو کہتیں۔ ایک دفعہ جب میرا ایف ایس سی فائنل کا پریکٹیکل امتحان تھا کہ لجنہ کا اسلامی اصول کی فلاسفی کا امتحان آگیا امی نے ارشاد فرمایا کہ تم نے یہ امتحان ضرور دینا ہے میں نے بہت معذرت کی کہ میرا کالج کا امتحان ہے اس کی بہت تیاری رہتی ہے لیکن وہ یہی کہتیں کہ دین کو مقدم رکھو گی تو دُنیا میں برکت ہو گی۔

چنانچہ ان کے اصرار پر میں نے کتاب پڑھی اور امتحان دیا۔ امی کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ یقیناً انہوں نے اتنی دُعا کی کہ کالج کا امتحان بھی اچھا ہو گیا۔

اسی طرح جب لجنہ کے مقابلہ جات ہوتے تو ہمارے ابا سے کہہ کر تقریریں لکھواتیں اور ہمیں تیاری کرواتیں۔ سورتیں حفظ کرواتیں اور مقابلوں میں حصہ دلواتیں۔ ہمارے انعام لانے پر خوشی سے پھولی نہ سماتیں اور اگر کبھی انعام نہ آتا تو سمجھاتیں کہ مقابلوں میں شرکت کرلی اس کا اجر ملے گا، دل بُرا نہ کرو۔

ہمارے ہاتھ سے چندے دلواتیں، عیدی ملتی تو ضرور کہتیں کہ اس میں سے پہلے خدا کا خانہ پُر کرو۔ ہمارے امتحان میں کامیابی پر ہم سے دو نفل شکرانے کے ادا کرواتیں۔

میرا بھائی اکلوتا تھا لیکن امی نے اس سے کبھی بے جا لاڈ پیار نہ کیا کہ بگڑ نہ جائے۔ اس کی ہر جائز بات مانتیں اور ہر غلط بات پر سرزنش کرتیں۔

ہمیں قناعت اور صبر کی تلقین کرتیں ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنے کی اہمیت سمجھاتیں۔ ہمیں کہتی تھیں کہ دنیا میں چیزوں اور مال و متاع میں لوگوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھو اور ان کا مقابلہ نہ کرو بلکہ شکر ادا کرو تاکہ نعمتیں بڑھیں۔ خدا پر توکل کرنا ہماری ماں نے ہمیں سکھایا۔ خود بھی وہ توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ ہر مشکل میں خدا کا دامن تھامتیں، اسی سے مدد مانگتیں، بچپن سے میں نے یہی دیکھا کہ جب بھی مشکل مواقع آئے، امی بچوں کے ساتھ اجتماعی دعا کرتیں، نفل ادا کرتیں اور خدا پر بھروسہ کرتیں اور خدا تعالیٰ ان کے کام کروا دیتا۔

میرے بچپن کا ایک واقعہ آج بھی ذہن پر نقش ہے کہ ایک دفعہ امی کے پاس کوئی پیسہ نہ تھا کہ سبزی بھی منگوائی جاسکتی۔ اس دوران کسی مہمان کے آنے کی بھی اطلاع آگئی۔ امی بہت پریشان ہوئیں اور دعا میں لگ گئیں۔ خدا نے ایسا فضل فرمایا کہ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک شخص نے دروازے پر دستک دی اور 20 روپے دے کر کہنے لگا کہ ایک سال پہلے میں نے مولوی صاحب سے اُدھار لیے تھے۔ پھر میں کہیں چلا گیا تھا اب آیا ہوں تو یہ اُدھار واپس کر رہا ہوں۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو میں نے ان کی زندگی میں مشاہدہ کیے کہ انہوں نے دعا کی اور خدا نے کام کروا دیا۔

پھر ہم بچوں میں عزت نفس بھی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کسی ضرورت پر کسی سے مدد مانگنے سے خود بھی بچتیں اور ہم کو بھی منع کرتیں۔

ایک معمولی سا واقعہ ہے کہ ہمارے گھر میں فرج تو نہیں ہوتا تھا کبھی کبھار بازار سے برف لا کر پانی ٹھنڈا کر لیا کرتے تھے۔ ہمارے گھر کے اوپر جو خاندان رہتا تھا وہ مالی وسعت کا حامل تھا۔ ایک دن ان کی امی نے ہم سے کہا کہ تم لوگوں کو برف کی ضرورت ہو تو ہم سے لے جایا کرو۔ اور ساتھ ہی انہوں نے ہمیں بہت سی برف دے دی۔ میں اور میرا بھائی برف لے کر بہت خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے اپنے گھر آئے اور امی کو لا کر دی اور سب حال سنایا۔ میری امی بہت ناراض ہوئیں کہنے لگیں۔ تم فقیر ہو جو لوگوں سے برف مانگتے ہو اور یہ کہہ کر ساری برف پھینک دی اور کہا کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا بہت بری بات ہے۔ مانگنا ہے تو خدا سے مانگو۔ پھر آٹھ آنے دیئے اور میرے بھائی سے کہا کہ جاؤ بازار سے برف خرید کر

لاؤ۔اُس وقت تو ہمیں سمجھ نہ آئی تھی آج اندازہ ہوتا ہے کہ بچپن سے عزت نفس پیدا کر دی۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی کا خُلق ہماری امی میں حد سے زیادہ تھا۔کوئی مہمان آئے ،واقف ہو یا اجنبی ،اپنا ہو یا پرایا۔امی اسکی خاطر داری کرتیں۔ کھانے کا وقت ہو کھانا ضرور کھلواتیں ورنہ مشروبات سے تواضع کرتیں۔ہر ممکن طریق پر بعض دفعہ اپنی جان پر مشقت ڈال کر بھی مہمان کی خاطر کرتیں۔

ابا کے کام کی وجہ سے مہمان بھی بہت آتے تھے لیکن کبھی نہ تھکیں،نہ تنگ آتیں بلکہ خوشدلی سے ان کے آگے کچھ نہ کچھ پیش کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ مہمان نوازی توصفتِ انبیاء ہے۔

خدمت خلق

اسی طرح جذبہ خدمتِ خلق آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کسی کو تکلیف میں دیکھ لیتیں یا کسی کا دکھ سُن لیتیں،تو اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھتیں۔جب تک اس کی مدد نہ کر لیتیں۔ بچپن میں مَیں نے دیکھا کہ ان کا معمول تھا کہ مہینہ میں ایک دفعہ اپنے ہاتھ سے بہت سارا کھانا پکاتیں اور غرباء کی بستی میں تقسیم کرواتیں۔اسی طرح کبھی کسی مستحق کو کپڑے سی کر دے دیتیں۔ایک دفعہ ہمارے پڑوس کی ایک غریب بچی کے پاس عید پر پہننے کے نئے کپڑے نہ تھے۔امی اس کے لئے بازار سے کپڑا لائیں۔حالانکہ اپنے پاس پیسوں کی کمی تھی اور اسکا جوڑا سی کر ساتھ چوڑیاں لگا کر اسکو چاند رات جا کر دیا۔ بیماروں کی عیادت کرتیں کبھی کبھی ان کے لئے کچھ پکا کر پرہیزی کھانا بھجواتیں۔ غرض ضرورت مندوں کی ہر ممکن مدد کرنا اپنا فرض سمجھتیں۔

صبر و برداشت

امی جان میں یہ بھی خوبی تھی کہ صبر کا مادہ ان میں بہت تھا۔ مشکل سے مشکل حالات کو برداشت کر لیتیں۔کراچی کا ایک واقعہ ہے۔ ہمارا ایک پڑوسی تعصب کی بناء پر بہت تکلیف دیتا تھا۔ہمارے گھر میں کوڑا کرکٹ پھینکتا۔گندا پانی ڈال دیتا۔امی خاموشی سے صاف کر دیتیں،کوئی جھگڑا نہ کرتیں۔یہ اُس کا معمول تھا۔اُس نے تعصب کی انتہا کر دی تھی۔بچوں کو بھی آتے جاتے تنگ کرتا۔اس پر ایک دفعہ آزمائش کا وقت آگیا۔اسکا جوان بیٹا جل گیا۔خاوند کو فالج ہو گیا،بیٹی کو مجبوراً بوڑھے آدمی سے بیاہنا پڑا۔امی ان کی تمام مخالفت اور ایذاءرسانی بھول کر ان کی ہمدردی کو گئیں، کھانا پکا کر بھیجا۔وہ عورت حیران ہوئی کہ جس کے ساتھ بدسلوکی کرتی تھی ۔آج وہ ہی میرا خیال رکھ رہی ہے۔

میرا بھائی جس کا نام ظفر تھا۔پلنگ سے گر کر ڈیڑھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔امی نے اسکی وفات پر صبر کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔پھر میری بہن جو ہندوستان میں ہی بیاہی تھیں وفات پا گئیں۔ملکی قیود کی وجہ سے جا بھی نہ سکتی تھیں۔بہت صدمہ تھا لیکن امی نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا ہم کو بھی صبر کی تلقین کی۔میرے ابا کی جب وفات ہوئی امی کی دُنیا اُجڑ گئی ۔برسوں کا ساتھی یوں آنِ واحد میں ایک حادثہ میں جدا ہو گیا لیکن میری امی جان نے بہت صبر سے یہ صدمہ برداشت کیا اور فرمایا میں حضرت اماں جانؓ کے الفاظ میں یہی کہوں گی کہ خدا ہمیں نہ چھوڑے اور بعد میں تمام ذمہ داریوں کو باحسن انجام دیا۔

امی کا ایک جوہر شجاعت و بہادری بھی ہے۔ابا کو اپنے کاموں کے سلسلہ میں دوروں پر جانا ہوتا تھا۔چھوٹے بچوں کے ساتھ بہادری سے تنہا رہیں اور سارے کام انجام دیتیں۔

1953 میں کراچی میں احمدیوں کے لیئے مشکل حالات آتے۔ایک دن

جب ابا کسی جماعتی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ امی گھر میں بچوں کے ساتھ تھیں کہ مخالفین کا ایک گروہ ہمارے گھر کو آگ لگانے آگیا۔ امی نے ہمت سے کام لیا بجائے اس کے کہ گھر سے نکل جائیں یا شور مچائیں، خاموشی سے اپنی دانست میں آگ سے بچاؤ کے جو طریق ہو سکتے تھے، اختیار کئے۔ بچوں کو محفوظ جگہ پر چھپا دیا اور خود جائے نماز بچھا کر اس خطرہ کے ٹلنے کی دعا کرتی رہیں۔ خدا نے ایسا کرم کیا کہ پڑوسیوں کا ملازم مخالفین کا شور سُن کر باہر آیا اور روکنے کے لئے دھمکانے لگا وہ لوگ کچھ گھبرا کر فرار ہو گئے اور خدا نے ہم سب کو محفوظ رکھا۔

قناعت وسلیقہ مندی

میری امی انتہا کی سلیقہ مند خاتون تھیں۔ کبھی حرص، لالچ یا طمع کا شائبہ بھی میں نے ان میں نہیں دیکھا۔ بہت قناعت پسند تھیں، جو ملتا وہ کھا لیتیں۔ جو میسر آتا، وہ لباس پہن لیتیں۔ بعض دوسری عورتوں کی طرح وہ نت نئے کپڑے بنوانے کی نقل نہ کرتیں۔ بچوں کے کپڑے اپنے ہاتھ سے سی لیتیں۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جوڑ کر بچوں کے لئے ایسے جاذبِ نظر لباس بناتیں کہ بازار کے ریڈی میڈ کپڑوں سے کم نہ ہوتے۔ اسی طرح پرانے کپڑوں کو کتر بیونت کر کے گھر کی بہت سی کار آمد چیزیں بنا لیتیں۔ جب سردیوں کا موسم آتا تو بڑے اہتمام کے ساتھ رضائیوں کو اُدھیڑ کر ابرے دھوتیں، نئے سرے سے اُن کو سیتیں اور روئی بھروا کر ڈورے ڈالتیں اور ایسی خوبصورت خوش شکل رضائیاں بنا دیتیں کہ مزا آجاتا۔

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے ہمارے ابا سے ناجائز فرمائشیں کی ہوں یا ایسے تقاضے کیئے ہوں جو ابا کی استطاعت سے باہر ہوں۔ بلکہ حقیقت تو یہ کہ ان کی سلیقہ مندی نے یہ احساس ہی نہ ہونے دیا کہ کتنی کم مائیگی ہے بلکہ انہوں نے اپنی محنت سے سفید پوشی کا بھرم قائم رکھا۔ کھانا بہت اچھا پکاتی تھیں ان کے ہاتھ کی دال میں بھی سالن کا گمان ہوتا تھا۔

گھر کو صاف ستھرا رکھنا اُن کا ایک خاص وصف تھا۔ میری ماں ایک اعلیٰ ظرف اور عالی حوصلہ، خوش اخلاق، ملنسار، نیک سیرت، محنتی اور بے شمار خوبیوں کی حامل ایسی خاتون تھیں۔

مجھ میں کیا طاقت کروں اوصاف میں اُن کے بیاں
ہے قلم ساکت، سکوتِ قلب ہے سیماب وار

دین داری اور دین کی خدمت کا جذبہ

میری امی بہت نیک خاتون تھیں خدا سے محبت کرتیں اسکے حکموں پر چلنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں۔ نمازوں کی پابند، تلاوتِ قرآن کثرت سے کرتیں، تہجد گزار اور نوافل کا اہتمام کرنے والی۔ ان کو دعاؤں کی بہت عادت تھی۔ میں نے بچپن سے دیکھا کہ وہ کام کرتے وقت بھی دعا کرتی رہتیں، کبھی عربی میں، کبھی اپنی زبان میں اور آنکھ سے آنسو گرتے رہتے۔

خلافت سے بہت محبت تھی، خلیفہ وقت سے ملنے والی ہر تحریک پر فوراً لبیک کہنے کی کوشش کرتیں اور حسبِ توفیق حصہ لیتیں۔

دین کے کاموں کو کرنے کا بہت جذبہ تھا۔ کراچی میں شروع میں نگران ناصرات کے طور پر کام کیا۔ اسکے ساتھ حلقہ سعید منزل کی صدر تھیں۔ بہت لگن سے کام کرتیں ان کی کوشش ہوتی کہ ہر کام کو بہتر سے بہتر رنگ میں انجام دیتیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ لجنہ کی طرف سے کسی چندے کی تحریک تھی۔ امی کے حلقہ کو بھی ایک ٹارگٹ دیا گیا۔ ان کی کوشش تھی کہ ٹارگٹ سے بڑھ کر وصولی ہو۔ گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر صبح سے شام تک گھروں کا دورہ کرتیں۔ میں چھوٹی سے تھی، مجھے ساتھ لے کر جاتیں، نیچے، اونچے، فلیٹوں میں، سیڑھیاں چڑھ کر جاتیں اور وصولی کرتیں اور جب ٹارگٹ سے بڑھ کر وصولی ہو گئی تو امی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔

جب آپ ربوہ آئیں تو حلقہ دارلصدر شرقی کی صدر کے طور پر کام کیا اور خدا کے فضل سے حلقہ صفِ اوّل میں شامل رہا۔ اپنی خوش اخلاقی کے باعث ہر دلعزیز تھیں اپنے ساتھ کام کرنے والیوں سے دوستانہ برتاؤ رکھتیں ۔محبت وپیار سے کام لیتیں لیکن کبھی اپنے کام پر فخر نہ کیا اگر کوئی کہتا بھی تو یہی کہتیں کہ خدا کی دی ہوئی توفیق نے ہمت دی ورنہ میں کس قابل ہوں ۔اور یہ شعر پڑھتیں۔

؎ یہ سراسر فضل واحساں ہے کہ میں آیا پسند

ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

لاس اینجلس امریکہ اپنے بیٹے کے گھر جب پہلی دفعہ گئیں تو دیکھا کہ جماعت کی کئی عورتیں ہیں تو وہاں لجنہ قائم کر دی ایک کو صدر منتخب کروادیا اور ایک کو سیکرٹری اور ان کو کام کے طریقے سمجھائے۔ ربوہ آکر سیّدہ چھوٹی آپا جان کو بتایا تو انہوں نے خوشنودی کا اظہار کیا۔

محلہ میں بچوں کو قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے پر بہت زور دیتیں اور ہر سال ایک تقریب آمین کرواتیں۔ آمین میں ان بچوں کی حوصلہ افزائی کرتیں جنہوں نے قرآن کریم ختم کیا ہوتا۔ بچوں کی مائیں اور دوسری عورتیں بھی شامل ہوتیں۔ سب میں مٹھائی تقسیم کرتیں۔ حلقہ میں اگر خدانخواستہ کوئی وفات ہو جاتی تو تعزیت کے لئے جاتیں اور حلقہ کی طرف سے تعزیتی کھانا بھی پکا کر لواحقین کو بھجواتیں۔

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے صدریاں سینے کا ارشاد لجنہ کو ہوا تھا امی نے حلقہ کی تمام عورتوں کو اپنے گھر میں بلا کر صدریاں تیار کروائیں۔ یوں لگتا تھا کہ ایک چھوٹی سی فیکٹری ہے جہاں دن رات کام ہو رہا ہے اور خدا کے فضل سے ربوہ کے سب محلوں سے زیادہ صدریاں آپ نے تیار کروائیں اور حضور کی طرف سے بھی سندِ خوشنودی عطا ہوئی۔

لجنہ کے کاموں کو امی جتنی محنت اور لگن سے کرتیں میرے ابا بہت خوش ہوتے اور اکثر وبیشتر اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازتے تھے۔

رشتہ داروں سے حسن سلوک

امی سب رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آتیں۔ کراچی میں ہماری رہائش کے دوران کئی رشتہ دار کاموں یا تعلیم کے سلسلہ میں کراچی آتے اور ہمارے گھر رہتے۔ دنوں نہیں بلکہ اور مہینوں اور سالوں ----اور ہماری امی خوشدلی سے ہر ایک کے لئے گھر کے دروازے کھلے رکھتیں۔ ان کے آرام کا ہر ممکن خیال رکھتیں۔ یہی وجہ ہے کہ امی سے سب لوگ خوش تھے اور امی کے حسنِ سلوک کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کی بیماری کے دوران اور وفات کے بعد سب نے بہت اچھے پیغامات بھجوائے اور جو آسکتے تھے انہوں نے آکر ہماری دلجوئی کی۔

اوپر ذکر کر آئی ہوں کہ امی کو دُرِّ ثمین اور کلام محمود کے اشعار یاد تھے۔ اس کے علاوہ ہمارے دادا جان حضرت مولانا ذوالفقار علی خان گوہر کے کلام کی کئی نظمیں آپ کو زبانی یاد تھیں اور اکثر ترنم سے پڑھتیں۔ خاص طور پر ہر ایک شعر جب پڑھتیں تو روتی بھی تھیں۔ ایک دن میں نے پوچھا کہ آپ اس شعر کو پڑھ کر روتی کیوں ہیں تو کہنے لگیں کہ یہ سب لوگ اور تمہارے ابا تو نیک ہیں مجھے تو اپنے لئے ڈر لگتا ہے کہ میرا انجام خدا اچھا کرے اور جب ان کی وفات ہوئی اور خدا کے فضل سے بہشتی مقبرہ کے اس قطعہ خاص میں ان کی تدفین ہوئی جس میں علماء، بزرگان مدفون ہیں تو مجھے وہ شعر اور امی کا اس کو پڑھ کر رونا یاد آیا کہ خدا نے ان کی دعا کو قبول فرمایا۔ وہ شعر یہ ہے۔

؎ کھڑے ہوں روزِ محشر راست بازوں کی قطاروں میں

ہمارے نام بھی شامل ہوں تیرے جانثاروں میں

آخری بیماری

آخری چند سالوں میں صحت کمزور ہو گئی تھی۔ مختلف عوارض تھے اور وفات

سے چار ماہ قبل طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ ہر ممکن علاج کیا گیا لیکن آخر تقدیرِ الٰہی غالب آئی اور 20 جون کو مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئیں۔

درد کہتا ہے بہا دو خونِ دل آنکھوں سے آج

عقل کہتی ہے کہ سب آہ و فغاں بے سود ہے

میری امی جان جنہوں نے خدا کے فضل سے دنیا میں اچھی زندگی گزاری۔ دینداری، حسنِ اخلاق، اطاعت و فرمانبرداری، انکسار، شفقت و محبت، قناعت و صبر، نیکی و پاکیزگی، دور اندیشی و فراست، شجاعت سب میں آپ نے نیک نمونہ پیش کیا۔

خدا سے دعا ہے کہ ان کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور ہم بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلائے اور ان کی نیکیوں کا وارث بنائے۔ آمین۔

اے خدا بر تربتِ او باش رحمت بیار

مکرمہ آپا صادقہ طاہرہ کی چند حسین یادیں

امتہ الرفیق ظفر.....سابق صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ انسان فانی ہے لیکن یہ بھی زندہ جاوید حقیقت ہے کہ انسان کے نیک اعمال، اسکے شمائل و خصائل اُسے ہمیشہ کی زندگی عطا کر دیتے ہیں۔ایسے نفع رساں وجود زمین کی رونق اور اس کی سج دھج ہوتے ہیں۔

انہی خوبصورت ہستیوں میں سے ایک پیاری ہستی آپا صادقہ طاہرہ صاحبہ آف کراچی بھی تھیں۔جو اپنے نام کی طرح راست گو، مطہر وجود تھیں۔وہ اسم با مسمّٰی تھیں۔گوناگوں صفات سے متّصف اس جوہرِ قابل سے عاجزہ کی ملاقات جولائی۔اگست 1975 میں ہوئی جب شادی کے بعد عاجزہ ماڈل کالونی کراچی میں رہائش پذیر ہوئی۔اجنبی شہر تھا، ناواقف لوگ تھے۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بدولت اللہ نے ہمیں احمدیت کے جس رشتہ سے منسلک کیا ہوا ہے۔اسی کی برکت کی بدولت عاجزہ کو بے حد محبت نچھاور کرنے والے چند ایسے گھرانے ملے جن کے دل نفرت سے خالی، محبت سے معمور تھے۔جو اخوت و ایثار کا نمونہ تھے۔باہم میل جول اور مسکراتے رہنا اور دُکھوں کو بانٹنا جن کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

پہلی بار عاجزہ اپنے گھر اپنے خاندان، اپنے ماں باپ سے دور ہوئی تھی لیکن جس اپنائیت اور محبت کے جذبات کے ساتھ ان عزیزوں نے مجھے مرحبا کہا اُس نے اُن دوریوں اور مجبوریوں کو ختم کر دیا اور پھر انہوں نے مجھے اپنے گھر کا ایک فرد بنالیا اور محبت و احسان سے میرے دل کو جیت لیا۔

آپا صادقہ طاہرہ جن کے لئے وفات یافتہ کا لفظ لکھتے ہی میرے ہاتھ کانپتے ہیں، نے مجھے بیٹی کہہ کر وہ ساری شفقت اور محبت عطا کی جو حقیقت میں ایک ماں اپنی بیٹی سے کرتی ہے۔آپ کی شفقتوں اور عنایتوں کی ایک الگ داستان ہے۔جن کی یادیں کبھی دل کو محبت اور مسرت سے بھر دیتی ہیں اور کبھی وہ یادیں آنسوؤں کا روپ دھار کر میرے درد بھرے دل کا مداوا کرتی ہیں۔اور ان حسین یادوں کے نقوش جو انمٹ ہیں، روشنی کا چراغاں بن کر مجھے ان گزرے سالوں میں لے جاتے ہیں۔جہاں ہر سمت ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی اور خیر سگالی کے جذبے اور تحفے تھے۔

مکرمہ آپا صادقہ طاہرہ بے حد نفیس طبیعت کی مالک تھیں۔حسنِ صورت کے ساتھ حسین سیرت سے مالا مال تھیں۔غریب پرور، فیاض اور ہمدرد دل رکھتی تھیں۔شعر و ادب سے خاص شغف تھا لیکن طبیعت میں مزاح بھی تھا۔آپ کی باتوں کا انداز ناصحانہ اور دل پر اثر کرنے والا تھا۔دین سے والہانہ پیار تھا اور قرآنی احکامات کی بے حد پابند اور خلافت سے گہری محبت رکھنے والی تھیں۔پردہ کی ایسی پابند تھیں کہ دوسری بہنوں کو بھی پردہ کروایا اور پھر بڑی محبت اور صادق

جذبوں سے ان کو برقعے سی کر دیئے۔

آپ نے سیکرٹری مال کے عہدہ پر لمبا عرصہ کام کیا۔عاجزہ کو جب 1976 میں ماڈل کالونی کی صدر کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔تو آپ نے سیکرٹری مال ، سیکرٹری تحریک جدید ، سیکرٹری وقف جدید کے طور پر خدمات انجام دیں۔مال کے شعبہ میں جس طرح دیانت اور جانفشانی سے آپ نے خدمت کی۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بے انتہا اجر دے۔آمین۔

بہت سی عورتوں کو مالی قربانی کی توفیق آپ کے نیک نمونے سے عطا ہوئی۔ آپ جو دین کی خدمت میں کمربستہ تھیں۔ درس اور اجلاسوں کے لئے آپ نے اپنے گھر کو وقف کر رکھا تھا۔ آپ کی بہترین تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی بچیاں بھی دین کی خدمت کے لئے کوشاں رہتیں۔

آپ بہت مہمان نواز ، ہنس مکھ طبیعت رکھتی تھیں۔ آپ حقیقتاً ایک مثالی ماں، ایک مثالی بیوی، ایک مثالی بہن اور لجنہ کی ایک مثالی خدمت گزار تھیں۔عاجزہ نے بہت کچھ ، بہت سی نیک باتیں، فرائض آپ سے سیکھے۔ آپ کا گھر مجھے اپنا گھر لگتا تھا۔ جس میں ہمیشہ عاجزہ نے اور میرے بچوں نے محبت و شفقت ہی پائی۔ آج بھی مجھے ان پیارے وجودوں کی وجہ سے وہ در و بام بہت پیارے ہیں۔

مورخہ 21 جنوری 2021 کو آپ اپنے مہربان خاوند عبدالرشید مبشر صاحب کی وفات کے 20 دن بعد ہی مولائے حقیقی سے جاملیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ عمر بھر جس ساتھ کو احسن رنگ میں نبھایا۔زندگی کے آخری لمحات میں بھی اس رفاقت کا ساتھ دے دیا۔یہ دونوں وجود جو دنیا میں ایک مثالی جوڑا تھے۔اپنے رب کے حضور بھی چند دن کی دوری کے ساتھ اکٹھے حاضر ہو گئے۔اللہ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ میرے ان پیاروں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔اور اپنا قربِ خاص عطا کرے اور ہر لمحہ ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔آمین۔اور ان کی ساری دُعاؤں کا وارث ان کے بچے اور پھر ان کی نسلیں بھی بنیں۔آمین۔اور ہمیں بھی ان کی فیاضانہ زندگی کے نمونوں پر چلائے اور اپنی رضا کی جنتیں عطا کرے۔

آپ کی تینوں بیٹیاں فوزیہ مبشر، راضیہ مبشر، ناصیہ مبشر قریشی خدمتِ دین میں کوشاں ہیں۔ناصیہ قریشی صاحبہ اس وقت مسی ساگا ریجن کی لجنہ کی ریجنل صدر کے طور پر خدمات بجا لا رہی ہیں۔ اور بیٹے عبدالواسع مبشر اور عامر مبشر ہیں۔ان کے بیٹے عبد الواسع مبشر صاحب ہالینڈ کی مجلس انصار اللہ کے رُکن ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے ماں باپ کی نیکیوں کا وارث بنائے۔اور ان کی دُعائیں انہیں پہنچتی رہیں۔آمین۔

قسط نمبر 2

آسمانی کتابوں سے متعلق معلوماتی صفحہ

از: امتہ الرفیق ظفر صاحبہ.....سابق صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا

1) بائبل کے متعلق عیسائی کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

جواب: عیسائی بائبل کو الہامی اور مقدس کتاب قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ صرف پُرانے عہدنامے میں شریعت کے احکامات منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ قابلِ عمل نہ رہے تھے۔

2) قرآن مجید میں لکھا ہے کہ تورات وہ کتاب ہے جو موسیٰؑ کو دی گئی اور اسی طرح انجیل جو حضرت عیسیٰؑ کو دی گئی۔ تو کیا یہ کُتب اب الہامی نہیں رہیں؟

جواب: قرآن مجید میں یہ نہیں لکھا گیا کہ اب جو اس وقت کتاب موجود ہے وہ الہامی ہے۔ بلکہ بائبل میں تحریف کر دی گئی اور جو کمی و بیشی اور تبدیلی پائی جاتی ہے اس کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرہ:80)

3) وہ کون سے امور ہیں جن سے بائبل اور قرآن مجید کی حقیقت معلوم کی جاسکتی ہے؟

جواب:

i) پہلی بات بائبل کی حقیقت سے متعلق یہ ہے کہ نہ یہ الہامی کتاب ہے اور نہ یہ الہامی کتاب ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ شروع سے لے کر آخر تک پُرانا عہد نامہ ہو یا نیا۔ کہیں یہ دعویٰ نہیں ملے گا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بائبل انسانی دست بُرد سے محفوظ نہیں ہے۔

عیسائی کہتے ہیں کہ یہ الہامی کتاب ہے لیکن کتاب خود کہیں بھی اپنے الہامی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی۔ بائبل کے مقابل پر جب ہم قرآن مجید پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف الہامی پاتے ہیں جو کہ اپنے اندر معانی رکھتا ہے۔ لوقا کی انجیل کی پہلی سطر میں لکھا ہے

چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں۔ ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھاک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے ارادہ کیا کہ مسیحؑ کے حالات ان کے حواریوں سے معلوم کر کے لکھیں۔

ii) انسائیکلوپیڈیا آف بریٹینیکا میں زیرِ لفظ بائبل میں لکھا ہے کہ دانستہ طور پر بھی اور نادانستہ طور پر بھی بائبل میں کمی و بیشی یعنی تحریف کر دی گئی ہے۔ لکھنے والوں نے اپنی طرف سے اپنے مقاصد، خیالات اور فوائد کے مطابق اس میں باتیں درج کر دی ہیں۔ لیکن اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

iii) تیسرا امر جو بائبل کے الہامی مقام کو کمزور کر دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اس

میں اختلافات پائے جاتے ہیں اور یہ اختلافات سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ جب ہم متی اور لوقا کی انجیل پر نظر ڈالتے ہیں تو ان دونوں میں مسیح کے نسب نامہ کو مختلف پاتے ہیں۔ دونوں نسب ناموں میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ مسیحؑ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ثابت کیا جائے۔ متی کی انجیل مسیحؑ کو حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کی اولاد سے قرار دیتی ہے اور لوقا کی انجیل حضرت مسیحؑ کو حضرت داؤدؑ کے بیٹے فاتن کی اولاد سے تھے، بتاتی ہے۔ جبکہ فی الواقع حضرت مسیحؑ حضرت داؤدؑ کی نسل سے نہ تھے۔ غرض اناجیل کے اندر جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی کتاب نہیں ہے۔

جبکہ قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔

(النساء:83)

iv) چوتھا امر یہ ہے کہ بائبل میں واضح شدہ حقائق کے خلاف باتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً احبار باب 11 آیت میں لکھا ہے

"خرگوش جگالی کرتا ہے"۔ حالانکہ یہ خلافِ واقعہ بات ہے۔

اسکے مقابل پر قرآن مجید میں آتا ہے

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔

(سورہ حٰم سجدہ آیت 43)

v) پانچواں امر یہ ہے کہ بائبل میں ظالمانہ احکامات پائے جاتے ہیں اور پھر حکم دیا جاتا ہے کہ ان کو بجالاؤ۔ استثناء باب 7 آیت 2 میں لکھا ہے۔

"اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تُو ان کو مار لے تو تُو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تُو اُن سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ اُن پر رحم کرنا۔"

اور باب نمبر 3 میں یہ ذکر ہے کہ موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا۔

ایک مغلوب دشمن کے متعلق یہ کیسی ظالمانہ تعلیم ہے۔ عملاً اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ ظلم بادشاہوں کا فعل تو ہو سکتا ہے۔ خدائے رحیم و کریم کی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ یہ تعلیم حضرت موسیٰؑ کے بعد آنے والے سفاک یہودیوں کے دماغوں کی اختراع ہے اور موسیٰؑ کی کتاب میں داخل کر کے اُس کو بھی گندا کر دیا ہے۔

اسکے مقابل پر اسلام وہ تعلیم پیش کرتا ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے قرآن مجید میں آتا ہے

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۞ (سورہ حٰم سجدہ آیت 43)

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ (الشوریٰ آیت 41)

- عیسائیت کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ سُن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے لفظ وہ ایک خدا کا مانتے ہیں۔ لیکن خدائی میں تین ذاتیں شامل کر لیتے ہیں۔
- ایک ذات کا نام باپ، (2) بیٹا، (3) روح القدس۔
- باپ بیٹا اور روح القدس تینوں کے تینوں کامل طور پر خدا ہیں۔ لیکن ساتھ یہ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ جبکہ قرآن مجید توحید سے بھرا ہوا ہے۔
- اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ کا اعلان کرتا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔

مختصر یہ کہ بائبل بگڑی ہوئی ہے اور ایسے امور پر مشتمل ہے جو روحانیت سے قریب نہیں کرتے بلکہ روحانیت سے دور پھینک دیتے ہیں۔ اور وہ کتاب جو بنی نوع انسانی کو اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ روحانیت کی طرف لے جاتی ہے۔ وہ قرآن مجید ہے۔

شگفتہ شگفتہ

طاہرہ نسیم۔۔۔۔۔۔ریکسڈیل ساؤتھ

1-ایک دوست: آپ کونسا تیل استعمال کرتی ہیں؟

دوسری: ہدیٰ کا

پہلی: اور کونسا صابن

دوسری: ہدیٰ کا

پہلی: اور کونسی کریم

دوسری: ہدیٰ کی

پہلی: واہ! کیا یہ بہت مشہور برانڈ ہے؟

دوسری: نہیں تم غلط سمجھی۔ میں ہدیٰ کے ساتھ رہتی ہوں

2-ایک لیکچرار بیوی اپنے شوہر سے: آج ہماری شادی کی دسویں سالگرہ ہے۔ کیسے منائیں؟

شوہر: پندرہ منٹ کی خاموشی اختیار کر کے

3-کسی لائف انشورنس والے کے پاس بیٹھ جاؤ تو ۱۰ منٹ میں یقین ہو جاتا ہے کہ اس جینے سے مرنا ہی بہتر ہے۔

4-اگر آپ نے ایک سے زائد چیزیں ہاتھ میں اٹھا رکھی ہیں تو یاد رکھیں ہمیشہ قیمتی اور نازک چیز ہی زمین پر گرے گی۔

5-ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جب بھی آپ ایک قطار چھوڑ کر دوسری قطار میں جائیں تو پیلے والی زیادہ تیز چلنا شروع ہو جاتی ہے۔

6-بھائی جان صحیح صحیح اور مناسب ریٹ لگائیں۔ ہم ہمیشہ آپکی دکان سے ہی کپڑے خریدتے ہیں۔

☺ حالانکہ دکان آج ہی نئی کھلی تھی۔

آمین

مکرمہ قرأۃ العین صاحبہ سے تحریر کرتی ہیں کہ عزیزم علی احمد باجوہ ابن مکرم محمد ثاقب باجوہ صاحب نے تین سال گیارہ ماہ کی عمر میں قرآن پاک کا پہلا دور مکمل کیا ہے۔

بہنوں سے دُعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ اس بچے کو قرآن پاک کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا بنائے۔ آمین۔

صفحۂ ناصرات

پیاری بچیو!

اکبر اعظم کے نام سے کون واقف نہیں۔ تیسرے مغل بادشاہ ہمایوں کا بیٹا تھا۔ اَن پڑھ لیکن شاطر دماغ کا مالک تھا۔ اپنے ذہین اور لائق مصاحبوں کی مدد سے اس نے پچاس سال(1556-1605)شان و شوکت سے برصغیر پاک و ہند پر حکومت کی اور مغلیہ عہدِ کو مضبوط سلطنت عطا کی اور مغلِ اعظم کہلایا۔

اس کے اہم درباریوں اور مصاحبوں میں نو(۹)لوگ بہت مشہور تھے۔ جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ باکمال اور امتیازی وصف کا مالک تھا۔ آج بھی اُن کا ذکر مختلف شعبوں کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے انہیں نورتن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی "نو ہیرے"۔ آیئے ان کی وجہِ شہرت جانتے ہیں۔

راجہ بیربل:- برجستہ گوئی اور ذہانت کی بناء پر اکبر کا بہت معتمد مشیر تھا۔

ابوالفضل فیضی:- بہت اعلیٰ پایہ کا شاعر اور ادیب تھا اور ملکہ شعراء کا خطاب ملا ہوا تھا۔ شہزادوں کا اتالیق بھی تھا۔ فوج کا سپہ سالار بھی تھا۔

ابوالفضل علامی:- فیضی کا چھوٹا بھائی تھا۔ بے مثال ادیب، "صدر الصدور" کا خطاب حاصل کیا۔ اکبر نامہ اور آئین اکبری کا مصنف

تان سین:- برصغیر کا موسیقارِ اعظم۔ بہت سے راگوں کا موجد

عبدالرحیم خانِ خاناں:- بہادر سپاہی اور بہت سے علوم کے ماہر، بادشاہ اکبر کے اتالیق، بیرم خاں کا بیٹا تھا۔ علمِ نجوم میں مہارت تھی۔

راجہ مان سنگھ:- مغلیہ فوج کا بہادر سپہ سالار اور فاتح۔ مریم زمانی اس کی پھوپھی تھی جس سے بادشاہ اکبر نے شادی کی۔

ملا دوپیازہ:- خوش گوئی اور داستان گوئی میں بے مثال ان کو راجہ بیربل کے حریف کے طور پر لیا جاتا ہے۔ دونوں کا دربار میں خوب مقابلہ رہتا۔
کچھ لوگ اسے ایک افسانوی کردار بھی سمجھتے ہیں۔

راجہ ٹوڈرمل:- 22 صوبوں کا دیوان اور وزیر باتدبیر تھا۔ انتہائی معاملہ فہم اور دانشمند۔ مؤتمن الدولہ اور عمدۃ الملک کے خطابات پائے۔ نڈر سپاہی تھا۔
آج بھی برصغیر پاک و ہند میں زمین و جائیداد کی خرید و فروخت میں استعمال ہونے والی اصطلاحات راجہ ٹوڈرمل کی ہی مستعمل ہیں۔

مرزا عزیز کوکلتاش:- اکبر کا رضاعی بھائی تھا۔ خانِ اعظم کا خطاب حاصل کیا۔ بے مثال سپاہی اور ہمیشہ اکبر کے ساتھ رہتا تھا۔

ذہانت آزمایئے۔

1- ماریہ 1950 میں پیدا ہوئی اور اس سال اس نے اپنی تیرھویں سالگرہ منائی۔ وہ کیسے؟

2- جواب تلاش کریں

1+2=5

2+4=20

3+5=34

4+3=25

5+2=?

3- find the mitsake

One=1

Two=2

Three=3

Four=4

Five=5

مندرجہ ذیل پیراگراف کو ترتیب سے لکھیں۔

نظر خیر تھا لیکن سخت لیا۔ گھر ہوا اور آیا نہیں مجھے تھی نہیں۔ آم اُٹھ کر کچھ کل ہوئی تو کرتی۔ لگی کیا نکالا بھوک تھا بھی کھا پکا۔ لیکن ایک میں دہی فوراً میٹھا وہ۔

جواب کسی اور صفحہ پر ملاحظہ کریں

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾

'Our Lord, grant us of our wives and children the delight of our eyes, and make us a model for the righteous.

اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِی

Nikah is my Sunnat

نکاح میری سنت ہے

Looking for a Rishta?

کیا آپ رشتہ کی تلاش میں ہیں ؟

We can help!

Department of Rishta Nata is here to help you find a suitable match. Contact us or visit our website to submit your application.

شعبہ رشتہ ناطہ آپکی مدد کر سکتا ہے

آج ہی رشتہ ناطہ کی ویب سائیٹ پر اپنے

کوائف کا اندراج کریں۔

Our website is:

~SIMPLE ~SECURE ~CONFIDENTIAL

For more information please contact us.

info@rishtanata.ca

1-855-5RISHTA(74-7482)

WWW.RISHTANATA.CA

IMPORTANT TAJNEED CHANGES

If you have recently moved, please provide us with your new address.

Please complete this link to update your address with Jama'at:

https://www.ahmadiyya.ca/form/request-change-address

If your phone number or email has changed, please provide us with your new details at:

https://www.ahmadiyya.ca/member/update-email-phone

If you have recently had a baby, please register your newborn online to receive their Tajnid member code:

https://www.ahmadiyya.ca/member/form/new-born-registration

تجنید میں تبدیلیاں

گھر کی تبدیلی

- اگر آپ نے حال ہی میں اپنا گھر تبدیل کیا ہو۔ تو جماعت کو اپنے نئے گھر کے پتہ کے متعلق بتانے کے لیئے درج ذیل ویب لنک کے ذریعہ اطلاع دیں۔
- https://www.ahmadiyya.ca/form/request-change-address

رابطہ کی معلومات

- اگر آپ کا فون نمبر یا ای میل بدل گیا ہو تو جماعت کو اپنی نئی معلومات کے بارے میں درج ذیل ویب لنک کے ذریعہ اطلاع دیں۔
- https://www.ahmadiyya.ca/member/update-email-phone

نومولود کی رجسٹریشن

- اگر حال ہی میں آپ کے یہاں بچے کی پیدائش ہوئی ہو تو اُس کے نام کا جماعت میں اندراج کروانے کے لیئے اور نیا ممبر کوڈ لینے کے لیئے درج ذیل ویب لنک پر اطلاع دیں۔
- **https://www.ahmadiyya.ca/member/form/new-born-registration**